افادات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

زمزم پبلشرز

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ

افادات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ـــــ اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ

تاریخ اشاعت ـــــ دسمبر ۲۰۰۰ء

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ـــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ـــــ احباب زمزم پبلشرز

مطبع ـــــ

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نز د مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-2760374 - 021-2725673

فیکس: 021-2725673

ای میل: zmzm01@cyber.net.pk

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيلًا جَزِيلًا

ـــــ منجانب ـــــ

احباب زمزم پبلشرز

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۳۶	قیاس مظہر ہوتا ہے نہ کہ مثبت
۳۶	اہل الرائے کا مصداق
۳۶	امام ابو حنیفہ اہل الرائے نہیں ہیں
۳۷	حدیث وفقہ بھی قرآن ہے معانی قرآن کے درجات
۳۸	تیسرا باب
۳۸	اجتہادی اختلاف کا بیان
۳۸	مجتہدین میں اختلاف کیوں ہوا؟
۳۸	اختلاف بین الائمۃ کے اسباب
۴۱	اسباب اختلاف کا احصاء ممکن نہیں
۴۱	مجتہدین کا اختلاف رحمت ہے
۴۲	مجتہدین اور علماء کے اختلاف کی وجہ سے بدگمان ہونا صحیح نہیں
۴۲	محققین کی شان اور ان کی پہچان
۴۲	مجتہدین نے فرضی مسائل کیوں وضع کئے
۴۳	مجتہدین کا احسان
۴۳	فرض واجب کی تقسیم بعد میں کیوں ہوگئی
۴۴	شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
۴۵	چوتھا باب
۴۵	تقلید کا بیان
۴۵	تقلید کی تعریف
۴۶	نجات کے صرف دو راستے تحقیق یا تقلید

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
نواں باب	۷۳
تقلید جامد کا بیان	۷۳

صفحہ	عنوان
۸۲	حنفی مسلک کی کتابوں میں حدیث کے حوالے کیوں نہیں........................
۸۳	اقرب الی الحدیث امام ابوحنیفہ ہی کا مسلک ہے........................
۸۴	امام کا قول اگر حدیث کے خلاف ہو پھر بھی اس کو کیوں مانتے ہیں......
۸۵	عامل بالحدیث دراصل مقلدین ہی ہیں........................
۸۵	فقہ حنفی کی خصوصیات........................
۸۶	ایک انگریز کا مقولہ........................
۸۷	**گیارہواں باب**
۸۷	**امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان میں**
۸۷	کیا امام صاحب کو ۱۷ احدیثیں پہنچی تھیں........................
۸۸	کیا امام صاحب تابعی ہیں؟........................
۸۸	کیا امام ابوحنیفہ ضعیف (غیر ثقہ) ہیں........................
۸۹	کیا امام صاحب حدیث کی مخالفت فرماتے ہیں........................
۸۹	کیا امام صاحب نے سواد اعظم سے اختلاف فرمایا........................
۹۰	حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت نہیں........................
۹۱	مخالفت حدیث کی حقیقت، امام صاحب نے حدیث کے مغز ومعنی پر نظر رکھی ہے
۹۱	امام صاحب غایت درجہ حدیث کے متبع ہیں........................
۹۲	نصوص متعارضہ کی ترجیح کا معیار........................
۹۳	احادیث مختلفہ کی ترجیح کا معیار........................
۹۴	نصوص کی بعض قیود غیر مقصود ہوتی ہیں، اور اس کا معیار........................
۹۴	احادیث کی تاویل اور اس کے محمل کی تعیین کا معیار........................

بسم الله الرحمن الرحيم

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم

ناظم وبانی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (یوپی)

اللہ پاک کا اس امت پر خصوصی کرم اور احسان ہے کہ دور رسالت کے بعد بھی ہر زمانے میں ایسے مصلحین پیدا ہوتے رہتے ہیں جو لوگوں کی جاہلانہ رسومات و عادات اور بدعات وخرافات کے خلاف جہاد کرتے رہتے ہیں انہیں منتخب بندوں میں سے ایک ہستی حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (جامع معقولات ومنقولات متبع سنت عالم باعمل) کی ہے جن کے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں مشعل راہ ہیں ان کی پوری زندگی تعلیم وتبلیغ و ترویج سنت میں گزری۔

لیکن یہ بھی سنت الٰہی ہے کہ جن بندگان خدا کو منشاء خداوندی اور طریق انبیاء علیہم السلام سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے ان کو تکلیفیں بھی بہت پیش آتی ہیں وہ اہل ہوی و ہوس کی طرف سے تکذیب و ایذاء، افتراء پردازیوں اور ظالمانہ زبان درازیوں کا نشانہ بنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ تکوینی اور غیبی نظام ہے کہ اللہ پاک اپنے ایسے مخصوص بندوں کی مدد بھی کرتا ہے۔ جس سے مخالفین کی ساری تدبیریں ناکام ہوجاتی ہیں "وكان حقا علينا نصر المؤمنين"

حضرت حکیم الامت کی تحریر وتقریر کا بیش بہا خزانہ آج بھی موجود ہے۔ جس سے مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے اسی خزانہ کے کچھ انمول موتیوں کو مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا نے بہترین ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے جس سے ہر طبقہ بآسانی استفادہ کرسکتا ہے اللہ پاک مؤلف کو جزاء خیر عطا فرمائے اور اس مجموعہ کو ہر ایک کے لئے نافع بنائے آمین۔

احقر صدیق احمد غفرلہ
خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
۲۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات بابرکات

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی دامت فیوضہم

خلیفہ اجل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ماشاء اللہ بہت خوب کام کیا، بے حد خوشی کی بات ہے اس زمانہ میں ضرورت ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات و افادات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات شریعت کا مغز و جوہر ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کی کتابت و طباعت و اشاعت کے اسباب مہیا فرمائے اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو استفادہ و افادہ کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)۔

یکشنبہ ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

تعارف وتأثر

حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم: اما بعد!

ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے کاموں میں جو برکت فرمائی ہے اس کی مثال قرون اولیٰ میں بھی خال خال ہی نظر آتی ہے فقہ وفتاویٰ ہوں یا علوم تفسیر اسرار وحکم ہوں یا آداب و معاشرت شرح حدیث ہو یا سلوک و تصوف، علم کا کونسا گوشہ ایسا ہے جس میں آنحضرت نے کتابوں کے انبار نہیں لگا دیئے! خاص طور پر مواعظ وملفوظات کا تو اتنا بڑا ذخیرہ امت کے لئے باقیات صالحات کے طور پر چھوڑ گئے ہیں کہ عمر نوح چاہیئے اس کی سرسری سیر ہی کے لئے!

تصانیف تو چونکہ موضوع دار ہوتی ہیں، اس لئے ان میں سے مضامین تلاش کرنا آسان ہوتا ہے مگر مواعظ وملفوظات کی صورت حال دوسری ہوتی ہے ان میں مضامین موتیوں کی طرح بکھرے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو کسی لڑی میں پرونے کی شدید حاجت تھی تاکہ ان کو عقد الجید بنایا جا سکے۔ مجھے خوشی ہے کہ جناب مولانا محمد زید صاحب زید مجدہم نے محنت شاقہ برداشت کر کے ان مضامین کو موضوع وار اور عناوین کے تحت جمع کر دیا ہے۔ میں نے حضرت قدس سرہ کے افادات کا یہ مجموعہ بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور خوب خوب استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خاص طور پر علماء طلبہ اور اہل مدارس کو اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ، پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۱۴۱۰ھ

تقریظ عالی

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب الاسعدی مدظلہ العالی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت حق تعالیٰ نے اس اخیر زمانہ میں نابغہ روزگار بنائی تھی ان سے جتنا کام لیا گیا کم لوگوں سے لیا گیا ایک صدی گزر گئی اور ان کے علوم و معارف پر کام ہو رہا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا جو ہوا ہے بعض وجوہ سے کم ہے کہ افادہ عام نہیں ہے، حضرت کے ملفوظات پر مختلف انداز میں لوگوں نے کام کیا ہے، اور ان کو شائع کیا ہے، ہمارے عزیز دوست مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی نے ایک نئے انداز سے ان کو مرتب کر کے ان کی افادیت اور قیمت بہت بڑھا دی ہے، سارے مجموعے کو کھنگال کر انہوں نے پورے مجموعے کو باب وار مرتب کر دیا ہے اور ایک باب سے متعلق ملفوظات کو یکجا کر کے گویا ہر علم و فن پر حضرت کی ایک ایک مستقل تالیف تیار کر دی ہے۔

فجز اللہ خیرا عنا و عن جمیع المستفیدین.

العبد محمد عبید اللہ الاسعدی

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

۲۷/۱/۱۴۱۰ھ

پہلا باب

اجتہاد کا بیان

اجتہاد کی حقیقت

فرمایا اجتہاد ذوق کا نام ہے کوئی بہت سی کتابیں پڑھنے سے مجتہد نہیں ہوتا۔
(مزید المجید صفحہ ۵)

(اجتہاد) کا حاصل شریعت کے ساتھ خاص ذوق کا حاصل ہو جانا ہے جس سے وہ معلل اور غیر معلل کو جانچ سکے اور وجوہ دلالت یا وجوہ ترجیح کو سمجھ سکے، اور یہ اجتہاد ختم ہوگیا۔ جیسے محدث درجہ عبور میں ہر شخص ہوسکتا ہے لیکن کمال اس کا بعض افراد پر ختم ہوگیا اب کوئی محدث موجود نہیں۔ (الافاضات صفحہ ۲۱۵)

آج کل تو اجتہاد اس قدر سستا ہوگیا ہے کہ ہر شخص مجتہد ہے جس کو دیکھو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے الگ بیٹھا ہے (گویا) اب اجتہاد کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اللہ درجات بلند فرمائے انہوں نے ہمارے ایمانوں کو سنبھال لیا۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)

اجتہاد کا ثبوت

بعض کے نزدیک اجتہاد کوئی چیز ہی نہیں بدون نص کے ان کے نزدیک کوئی حکم ہی ثابت نہیں حالانکہ احادیث میں اس کے ثبوت ملتے ہیں۔ دیکھئے: حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت سے روک دیا اور یہ روکنا عند اللہ مقبول رہا حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح نہیں ہوسکتی۔ مگر ان کے ذوق اجتہادی نے ہی بتا دیا تھا کہ یہ بشارت نظم دین میں مخل ہوگی اور باوجود ابو ہریرہ کے دلیل پیش کرنے کے اس شد و مد سے تردید کی کہ ان کو دھکا دے کر گرا بھی دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سارا قصہ پیش ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عمر مجرم کیوں نہیں ہوتے۔ اس قصہ سے اجتہاد کا بدیہی ثبوت ملتا ہے۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۵۸)

جب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دین کو کامل کر دیا گیا تو چاہئے کہ کوئی صورت ایسی نہ ہو جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اور ظاہر ہے کہ احکام منصوصہ بہت کم ہیں تو تکمیل دین کی صورت بجز اس کے اور کیا ہے کہ قیاس و استنباط کی اجازت ہو کہ انہیں مسائل منصوصہ پر غیر منصوصہ کو قیاس کر کے ان کا حکم معلوم کر لیں۔ (اشرف الجواب جلد۲ صفحہ ۱۲۹)

اجتہاد کی اجازت

اجتہاد کی اجازت قرآن وحدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی تو قرآن وحدیث میں کلیات مذکورہ نہ ہوتے بلکہ جزئیات مذکور ہوتے۔ پس کلیات کا مذکور ہونا اور جزئیات کا زیادہ مذکور نہ ہونا اجازت اجتہاد کی دلیل ہے۔ ورنہ بتلاؤ پھر اس صورت میں جزئیات کا حکم کیسے معلوم کیا جائے گا یہ دلیل منکرین پر بڑی حجت ہے تعجب ہے کہ وہ ایسے صریح مقدمات کے نتیجہ سے انکار کرتے ہیں۔
(التبلیغ جلد۸ صفحہ ۸۳)

اجتہاد کا طریقہ

اور اس اجتہاد کی صورت یہ ہے کہ غیر منصوص پر منصوص کا حکم جاری کیا جاتا ہے اس تشابہ (علت) کی وجہ سے جو دونوں میں پایا جاتا ہے۔ جو اشتراک ہوتا ہے کسی

وصف میں جس غیر منصوص میں وہ صف پایا جائے گا منصوص کا حکم وہاں بھی متعدی کیا جائے گا۔اس طرح جزئیات غیر منصوصہ کا حکم معلوم ہو جائے گا۔(التبلیغ جلد ۸ صفحہ ۸۳)

اجتہاد اب بھی باقی ہے

ہم اب بھی ان جزئیات میں اجتہاد کی اجازت دیتے ہیں جو مدون نہیں مگر ان جزئیات غیر مدونہ میں بھی ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ وہ اس کا اہل نہ ہو۔(التبلیغ جلد ۸ صفحہ ۸۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اجتہاد فرماتے تھے اور آپ کا اجتہاد وحی کے حکم میں ہے

یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجتہاد نہیں فرماتے تھے مگر وہ اجتہاد بھی مآلاً احکام وحی میں داخل ہے کیونکہ جس اجتہاد کو قائم رکھنا نہ ہوتا تھا وہ وحی سے منسوخ کر دیا جاتا تھا پس جو منسوخ نہ ہوا وہ بھی وحی منصوص بن گیا۔

(التبلیغ جلد ا صفحہ ۴۴ ذکر الرسول)

ملائکہ بھی اجتہاد کرتے ہیں

(واقعہ حدیث القاتل التائب منً الذنب) میں غلبہ اثر معصیت یا توبہ میں اختلاف تھا اس لئے ملائکہ نے اجتہاد کیا جو فیصلہ کے وقت ایک غلط بھی ثابت ہوا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی اجتہاد کرتے ہیں اور ان کا اجتہاد غلط بھی ہوتا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ کو بعض اوقات قواعد کلیہ بتا دیئے جاتے ہیں جب ہی تو ان کو اجتہاد کی نوبت آئی۔(ملفوظات صفحہ ۷۰)

مجتہد کسے کہتے ہیں

مفتی صاحب نے پوچھا کہ مجتہد کس کو کہتے ہیں جب کہ ایک شخص کو مسئلہ کا علم دلیل سے ہے تو اس مسئلہ کا یہ بھی مجتہد ہے پھر یہ کیسے کہا جائے گا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید لازم ہے؟ جوابدیا کہ لغت میں ہر شخص کچھ نہ کچھ مجتہد ہے اس بنا پر تو تقلید سے آزاد کرنے کا انجام یہ ہی ہے کہ تقلید بالکل نہ رہے حالانکہ یہ بلا نکیر جاری ہے۔ اس کی ایک مثال ہے کہ مالدار ہمارے عرف میں کس کو کہتے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مالدار ہے میں پوچھتا ہوں ایسا کون شخص ہے جو مالدار نہیں لغۃً مالدار وہ شخص بھی ہے جس کے پاس ایک پیسہ یا ایک پھوٹی کوڑی بھی ہو تو جو احکام مالداروں کے ساتھ متعلق ہیں دنیا کے ہوں یا دین کے ہر ہر شخص پر جاری ہونے چاہئے، زکوٰۃ کا مطالبہ بھی ہونا چاہئے اور خراج محصول بھی باشادہ کو ہر شخص سے لینا چاہئے "فما هو جوابكم فهو جوابنا"

اسی طرح لغۃً ہر شخص مجتہد سہی لیکن وہ مجتہد جس پر احکام اجتہاد جاری ہوسکیں اس کے واسطے کچھ شرائط ہیں جن کا حاصل شریعت کے ساتھ ایک خاص ذوق حاصل ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد صفحہ ۴۵۶)

مجتہد کی دو قسمیں

مجتہد دو قسم پر ہیں ایک مطلقاً جو نصوص سے اصول کا استنباط کر سکے، دوسرے مقید کہ وہ ان اصول سے فروع کا استنباط کر سکے یعنی اصول اولیہ سے اصول ثانویہ کا استنباط کر سکے۔ اور اصول اولیہ اکثر نہیں ٹوٹتے، اور اصول ثانویہ بکثرت ٹوٹ جاتے ہیں۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۲)

چوتھی صدی کے بعد اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہو گیا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا شامی میں لکھا ہے کہ اجتہاد چوتھی صدی کے بعد بند ہو گیا ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں شامی میں نقل کیا ہے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد بند ہو گیا پھر اگر کہیں منقول بھی نہ ہو تب بھی یہ ایک واقعہ ہے جب ایسا شخص پیدا نہیں ہوتا اس لئے لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ باب اجتہاد بند ہو گیا۔ (حسن العزیز جلد ا)

ذوق اجتہادی معتبر ہونے کی دلیل

ذوق اجتہادی کا اعتبار خود حضرت شارع علیہ السلام نے بھی کیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ میں پہنچ کر نماز عصر پڑھنے کے لئے صحابہ کو ارشاد فرمایا تھا اور راستہ میں عصر کا وقت ہو گیا اب اس میں اختلاف ہوا کہ راستہ ہی میں نماز عصر ادا کریں یا اسی میں پہنچنے کے بعد پڑھیں خواہ نماز قضا ہو جائے اس پر دو فریق ہو گئے ایک فریق نے تو راستہ ہی میں پڑھ لی اور یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ جلدی پہنچو کہ وقت وہاں آئے دوسرے فریق نے اس محلّہ میں پہنچنے کے بعد ہی پڑھی گو وقت نہ رہا جب اس اختلاف کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی تو دونوں کی تصویب فرمائی اور کسی فریق کی ملامت نہیں فرمائی۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۹ صفحہ ۳۹۸)

ذوق اجتہادی کی مثال

اور میں نے متقدمین کے جس ذوق کا اثبات کیا ہے یہ وہی ذوق ہے جس پر اجتہاد کا مدار ہے۔ میں اس کی ایک نظیر پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَایَبُوْ لَنَّ اَحَدُ کُمْ فِی الْمَاءِ الرَّاکِدِ" کو ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنا چاہئے۔ اتنا تو منصوص ہے اب یہ کہ اگر اس میں پیشاب نہ کرے بلکہ

پیشاب اس میں ڈال دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ سو یہاں دو فرقے ہیں ایک تو بالکل لفظ پرست ہے ذوق سے کام نہیں لیتے گو معذور وہ بھی ہیں مگر مصیب نہیں جیسے داؤد ظاہری وہ کہتے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے عقل سے کام لینا اس میں مزاحمت ہے احکام کی سو وہ احکام حقیقت میں بالکل فانی ہیں کہ پانی کے اندر تو پیشاب مت کرو باقی اگر پیشاب کر کے ڈال دو تو وہ اس کو جائز کہتے ہیں کیونکہ پیشاب کرنا اس پر صادق نہیں آتا اور آپ نے یہی فرمایا ہے کہ اس میں پیشاب مت کرو یہ نہیں فرمایا کہ کر کے ڈالو بھی مت سو ایک فرقہ تو یہ ہے۔

دوسرا فرقہ مجتہدین کا ہے جو کہتے ہیں کہ نہ پیشاب کرنا جائز ہے نہ کر کے ڈالنا جائز ہے۔ دونوں برابر ہیں اور علت اس کی تنظیف بتلاتے ہیں مگر ان جمہور کے پاس دلیل سوائے ذوق کے اور کچھ بھی نہیں بس ذوق کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظافت قائم رکھنے کو فرما رہے ہیں جس میں دونوں امر برابر ہیں، غرض ذوق ہی ایک چیز ہے۔ لوگ تو الفاظ کے خادم ہیں مگر علم یہی چیز ہے۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہو جانے کی تکوینی مصلحت

غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ کیا حنفیوں کے پاس انقطاع کی وحی آگئی ہے؟ حالانکہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ہر شی عموماً اپنی ضرورت کے وقت ہی ہوا کرتی ہے۔ جس فصل میں عموماً بارش کی حاجت ہوتی ہے اسی فصل میں بارش ہونے کا قاعدہ ہے، اسی طرح ہوائیں حاجت کے وقت چلا کرتی ہیں جہاں سردی زیادہ پڑتی ہے وہاں کے جانوروں کے اون بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے بے شمار نظائر ہیں۔ اسی طرح جب تک تدوین حدیث کی ضرورت تھی بڑے بڑے قوی حافظہ کے لوگ پیدا ہوتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے۔ اور تو اور اہل حدیث میں سے بھی کسی کو بخاری اور مسلم کی طرح مع سند حفظ نہیں۔ اسی طرح جب تک تدوین دین کی ضرورت تھی قوت اجتہادیہ لوگوں

میں بخوبی موجود تھی اب چونکہ دین مدون ہو چکا ہے اور اصول وقواعد مُمہّد ہو چکے ہیں اب اجتہاد کی اتنی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں جس قدر اب بھی اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے اتنی قوت اجتہاد یہ اب بھی باقی ہے یعنی اصول مجتہدین کے تحت میں جزئیات جدیدہ کا استخراج کر لینا۔ (دعوات عبدیت جلد۱۹ صفحہ ۱۵۷)

چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کا مطلب

مولوی عبدالعلیم صاحب نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ مائة اربعة (چوتھی صدی) میں اجتہاد منقطع ہو گیا، جب کہ نئے واقعات میں اب بھی استدلال کیا جاتا ہے؟

فرمایا کہ اس سے اجتہاد مطلق مراد ہے یعنی قواعد کا مقرر کرنا کسی کو جائز نہیں۔ نیز جن جزئیات کو فقہاء متقدمین مستخرج کر چکے ہیں ان کا استخراج بھی اب جائز نہیں۔ کیونکہ ضرورت نہیں، البتہ جن جزئیات کا وقوع اس زمانہ میں نہیں ہوا تھا، اور فقہاء نے اس کی تصریح نہیں فرمائی ہے ایسے جزئیات کا انطباق ان کے قواعد مدونہ پر جائز ہے۔ اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں ورنہ شریعت کو کامل نہیں کہہ سکیں گے۔ اور جزئیہ منصوصہ کا استخراج جدید اس لئے جائز نہیں کہ حضرات سلف علم میں، فراست میں، تقویٰ میں، زہد میں، جہد فی الدین میں غرض سب باتوں میں ہم سے بڑھے ہوئے تھے تو تعارض کے وقت ان کا اجتہاد مقدم ہوگا۔ باقی جزئیہ غیر منصوصہ میں اجتہاد کر کے عمل کرنا جائز ہے۔ (دعوات عبدیت جلد۱۴ صفحہ ۱۰۴)

کون سا اجتہاد ابھی باقی ہے؟

یہ اجتہاد تو ختم بھی نہیں ہوا کہ دو روایتوں میں ایک کی ترجیح دلیل سے کر لی جائے جو اجتہاد ختم ہو گیا ہے وہ وہ تھا جس سے اصول وضع کئے جاتے تھے، مفتی صاحب نے عرض کیا کہ بعضے اصول بھی ایسے ہیں کہ جو ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں متاخرین نے

ان کو وضع کیا ہے۔ فرمایا ہاں یہ ضرور ہے۔ بعض اصول ایسے ضرور ہیں مگر اس سے اجتہاد کا ثبوت متاخرین کے لئے نہیں ہوتا وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ یہ مرتبہ انہیں کا تھا ہمارا فہم ان کے برابر نہیں۔ ان کو حق تعالیٰ نے ایک ایسا فہم عطا فرمایا تھا جس سے وہ شارع علیہ السلام کی غرض کو سمجھ جاتے تھے ہم کو اپنی فہم پر اعتماد کیسے ہو آج کل کے استنباطات دیکھے جائیں تو صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری فہموں میں کس قدر کجی ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)

پہلے مجتہد اور متدین علماء سے دریافت کر لیں اور اجتہاد سے میری مراد یہ ہے کہ وہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کر سکتا ہو اور یہ اجتہاد ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (انفاس عیسٰی جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

اجتہاد فی الفروع قیامت تک جاری رہے گا

اجتہاد فی الاصول کا دروازہ بند ہو گیا اور اجتہاد فی الفروع اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اگر اجتہاد فی الفروع بھی اب نہ ہو سکے تو شریعت کے نامکمل ہونے کا شبہ ہوگا جو کہ بالکل غلط ہے قیامت تک جس قدر صورتیں پیش آتی رہیں گی سب کا جواب ہر زمانہ کے علماء شریعت نکالتے رہیں گے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی طرح مجتہد ہو گئے۔

(اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

چوتھی صدی کے بعد اجتہاد ختم ہو جانے کا صحیح مطلب اور مکمل تحقیق

اس کے یہ معنی نہیں کہ چار سو برس کے بعد کسی کو اجتہاد کے قابل نہیں ملا کیونکہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ علاوہ ازیں یہ مطلق صحیح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر زمانہ میں

ہزاروں ایسی جزئیات نئی نئی پیش آتی ہیں جن کا کوئی حکم ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں اور علماء خود اجتہاد کر کے ان کا جواب بتلاتے ہیں پس اگر اجتہاد کا باب بالکل بند ہو گیا ہے اور اب کسی کا دماغ اجتہاد کے قابل نہیں ہو سکتا تو کیا ایسے نئے نئے مسائل کا جواب شریعت سے نہیں ملے گا یا ان مسائل کے جواب کے لئے کوئی نیا نبی آسمان سے اترے گا؟ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی تکمیل ہو چکی، دروازہ اجتہاد اگر بالکل بند کر دیا جائے تو پھر شریعت کی تکمیل کس طرح مانی جائے گی کیونکہ ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ ائمہ مجتہدین سے کہیں منقول ہے۔ ایک سوال آیا تھا کہ ہوائی جہاز میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اب بتلایئے اگر اجتہاد چار سو برس کے بعد بالکل جائز نہیں تو اس مسئلہ کا شریعت میں کوئی بھی جواب نہیں پہلے زمانہ میں نہ ہوائی جہاز تھا نہ فقہاء اس کو جانتے تھے نہ کوئی حکم لکھا اب ہم لوگ خود (اجتہاد) کرتے ہیں اور ایسے نئے مسائل کا جواب دیتے ہیں۔

فقہاء رحمہم اللہ کے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ چار سو برس کے بعد اجتہاد بالکل بند ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اجتہاد فی الاصول کا دروازہ بند ہو گیا اور اجتہاد فی الفروع اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اگر اجتہاد فی الفروع بھی اب نہ ہو سکے تو شریعت کے نامکمل ہونے کا شبہ ہو گیا جو کہ بالکل غلط ہے شریعت میں کسی قسم کی کمی نہیں قیامت تک جس قدر صورتیں پیش آتی رہیں گی سب کا جواب ہر زمانہ کے علماء شریعت سے نکالتے رہیں گے کیونکہ یہ جزئیات اگر کتب فقہ میں نہیں تو اصول وقواعد تو سب سے پہلے مجتہدین بیان کر چکے جن سے قیامت تک کے واقعات کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

البتہ قرآن وحدیث سے اصول مستنبط کرنا یہ اب نہیں ہو سکتا یہ خاص اجتہاد فی الاصول چار سو کے بعد ختم ہو گیا کیونکہ اول تو جس قدر اصول وقواعد شریعت کے تھے وہ

سب ائمہ مجتہدین بیان کر چکے انہوں نے کوئی قاعدہ چھوڑ نہیں دیا۔ دوسرے ان کے بعد اگر کسی نے اصول مستنبط کئے بھی تو وہ مستحکم نہیں کہیں نہ کہیں ضرور ٹوٹتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد فی الاصول کے لئے اب دماغ قابل ہی نہیں رہے یہ حضرات مجتہدین ہی کا خاص حصہ تھا کہ انہوں نے نصوص سے اس خوبی سے اصول مستنبط کئے جو کہیں نہیں ٹوٹ سکتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ ہدایہ کے اصول مسلم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر معتبر کتاب ہے اس میں اصول غلط نقل کر دیئے گئے ہیں بلکہ شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے بعض اصول خود شریعت سے مستنبط کئے ہیں جن میں وہ ناقل نہیں ہیں وہ معتبر نہیں باقی جزئیات اس کی سب معتبر ہیں۔ تو اب دیکھ لیجئے کہ صاحب ہدایہ باوجودیکہ بہت ہی بڑے شخص ہیں ان کی علمی شان ہدایۃ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے واقعی اس کتاب میں بھی انہوں نے کمال کر دیا ہر مسئلہ کی دو دلیلیں بیان کرتے ہیں ایک عقلی ایک نقلی کیا ٹھکانہ ہے وسعت نظر کا کہ جزئیات تک کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں...... یہ تو وسعت نظر کا حال ہے فہم کا تو کیا ٹھکانا ہے مخالفین کے دلائل کو بیان کرنا، ان کا جواب دینا پھر اپنے مذہب کی دلیل بیان کرنا یہ ان کا خاص حصہ ہے۔ مگر بایں ہمہ جو اصول کہ خود وہ حدیث وقرآن سے نکالتے ہیں ان کی بابت شاہ ولی اللہ صاحب نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ معتبر اور مسلم نہیں ہیں کیونکہ کہیں نہ کہیں ضرور ٹوٹتے ہیں تو آج کل جن لوگوں کو وسعت نظر وفہم میں صاحب ہدایہ سے کچھ بھی مناسبت نہ ہو وہ کیا حدیث وقرآن سے اصول مستنبط کریں گے۔ ہم لوگ سوائے اس کے کہ ان حضرات کے استنباط کردہ اصول کو حوادث الفتاویٰ میں جاری کر دیں اور کیا کر سکتے ہیں کمال انہیں حضرات کا تھا کہ حدیث وقرآن میں غور کر کے ایسے اصول وقواعد سمجھے جو قیامت تک کی جزئیات کے لئے کافی ہیں۔ کوئی مسئلہ ایسا پیش نہیں آسکتا جس کا جواز وعدم جواز ان اصول سے نہ نکلتا ہو۔

بلکہ ان حضرات نے صرف اصول وقواعد پر اکتفا نہیں کیا جزئیات بھی اس قدر نکال کر بیان کر گئے ہیں کہ بہت ہی کم کوئی مسئلہ ایسا ہوتا ہے جس کو وہ صراحتاً یا دلالتاً بیان نہ کر گئے ہوں اور اگر کوئی شاذ و نادر ایسا معلوم ہوتا ہے جو فقہاء نے نہیں بیان کیا تو کبھی تو مفتی کی نظر کی کوتاہی ہوتی ہے کہ اس کو سب مواقع پر عبور یا فہم کی کمی ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ عبارت سے نکل سکتا ہے مگر مفتی صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا۔

(اشرف الجواب جلد۲ صفحہ۳۱۲)

جب قرآن آسان ہے تو ہر شخص اجتہاد کیوں نہیں کرسکتا

لوگوں کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ فقہاء مجتہدین نے جو مسائل قرآن و حدیث سے استنباط کئے ہیں ان کو غلط قرار دیتے ہیں اور خود قرآن و حدیث سے استنباط کرنا چاہتے ہیں اور "وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ" پیش کرتے ہیں کہ جب قرآن آسان ہے............تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو سمجھنا، مسائل کا استنباط کرنا علماء کے ساتھ مخصوص ہو اور ہم نہ کرسکیں۔ حالانکہ ان کا نہ یہ دعویٰ صحیح ہے اور نہ استدلال صحیح ہے۔

کیونکہ قرآن و حدیث کے متعلق دو چیزیں ہیں ایک تو ان سے مسائل کا استنباط دوسرے ترغیب و ترہیب تو قرآن کو جو آسان فرمایا گیا ہے وہ صرف تذکر و تذکیر کے لئے آسان فرمایا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں "یسرنا" کے بعد "للذکر" موجود ہے اس طرح دوسری آیت "اِنَّمَا یَسَّرْنَاہُ بِلِسَانِكَ لِتبشر به المتقين وَتُنْذِرَ بِهٖ" اس میں بھی تصریح ہے کہ قرآن تبشیر وانذار کے لئے آسان کیا گیا ہے۔ باقی رہا استنباط مسائل سو اس کے متعلق کہیں ارشاد نہیں کہ وہ آسان ہے بلکہ میں خود قرآن سے ثابت کرتا ہوں کہ احکام کا استنباط صرف محققین کا کام ہے ہر شخص اس کا اہل نہیں۔

(الافاضات جلد۱۰ صفحہ [illegible])

استنباط احکام صرف مجتہدین ہی کا کام ہے

پانچویں پارہ میں ارشاد ہے "واذا جاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ ...... اِلٰی یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" (پارہ ۵) اس آیت کا شان نزول بالاتفاق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کوئی جہاد وغیرہ ہوتا تھا تو مواقع قتال سے جو خبریں آتی تھیں بعض لوگ بلاتحقیق ان کو مشہور کر دیتے تھے، اور اگر یہ لوگ رسول اور جو ان میں ایسے امور سمجھتے ہیں ان کے حوالہ پر رکھتے تو ان میں جو اہل استنباط ہیں اس کو وہ حضرات پہچان لیتے کہ کون قابل اشاعت ہے کون نہیں۔

دیکھئے یہاں "یستنبطو نه منهم" فرمایا اور "من تبعیضیه" ہے۔

جس کے معنی یہ ہوئے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اہل استنباط ہیں سب نہیں۔ حالانکہ جنگ کی خبریں کوئی احکام شرعیہ کی قسم سے نہ تھیں بلکہ واقعات حسیہ تھے جو احکام کے مقابلہ میں دشوارفہم نہیں تو جب معمولی واقعات حسیہ کے متعلق قوت استنباط کا اثبات صرف بعض لوگوں کے لئے کیا گیا ہے تو موٹی بات ہے کہ قرآن وحدیث سے احکام استنباط کرنا تو بدرجہا مشکل ہوگا اس کا اہل ہر شخص کیسے ہوسکتا ہے۔

(الافاضات جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۵)

مجتہد اب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا مجتہد اب بھی ہو سکتے ہیں مگر ہوئے نہیں جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے پھر کوئی نہیں ہوا گو اب بھی اللہ تعالٰی کو قدرت ہے کہ بے باپ کے پیدا کر دیں یہ محال نہیں ہے لیکن اللہ تعالٰی نے پھر ایسا کیا نہیں۔ لیکن نہ کرنے سے ان کی قدرت تھوڑا ہی بند ہوگئی۔ اللہ تعالٰی کی حکمت اور عادت شریفہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت اس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ اس وقت احکام مدون نہیں تھے (اس لئے اس وقت مجتہدین کی ضرورت تھی) اور اب مدون ہو گئے

اب تو بس یہ کافی ہے کہ ان کا اتباع کرو۔ اب کیا ضرورت ہے کہ مجتہدین پیدا کئے جائیں یہ ہے اس کا راز لیکن یہ بھی ظنی حکمت ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت قطعی طور پر کون سمجھ سکتا ہے تقریب فہم کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں یہ راز ہے تاکہ سمجھ میں آجائے۔

عرض کیا گیا کہ ایک زمانہ میں دو مجتہد بھی ہو سکتے ہیں؟ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا ایک زمانہ میں دو پہلوان نہیں ہوتے اس زمانہ میں بھی سینکڑوں مجتہدین تھے لیکن خدا کی مصلحت کہ ان کا مذہب چلا نہیں اور ان چار اماموں کا چل گیا باوجودیکہ اس کے لئے نہ کوئی پروپیگنڈا کیا گیا نہ کوئی خاص اہتمام۔ (الافاضات جلد۹ صفحہ ۹۹)

ہم میں اور مجتہدین میں فرق

(غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث موجود ہے پھر کسی کی تقلید کی ضرورت ہی کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے خود ہی احکام معلوم کر سکتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ فہم کی بھی ضرورت ہے۔ ہم لوگوں میں یہ صفات تو موجود ہی نہیں تقویٰ، طہارت، خشیت، اخلاص، صدق، ان (اوصاف) سے فہم میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور فہم کی ضرورت ظاہر ہے جس سے حقائق منکشف ہوتے تھے۔ اور ان کے دقائق تک ذہن پہنچ جاتا تھا۔ (الافاضات جلد۱۰ صفحہ ۲۰۵)

سلامتی اسی میں ہے کہ اجتہاد کی اجازت نہ دی جائے

آج کل جو لوگ اجتہاد کے مدعی ہیں ان سے ایسی فاحش غلطیاں ہوتی ہیں کہ ہر شخص کا قلب ان کے غلط ہونے کو تسلیم کرتا ہے۔ جیسے کہ آج کل کوئی کچھ سندیں بنا کر محدث بننا چاہے تو اس کی محدثیت تسلیم نہیں کی جاتی۔ آج کل تو سلامتی اسی میں ہے کہ اجتہاد کی اجازت نہ دی جائے۔ نظم دین جو کچھ ہو گیا ہے اس سے اس میں بڑا خلل پڑتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں آج کل وہ زمانہ ہے کہ اگر کسی کام کو درجہ اولویت پر

کرنے میں عوام کے فساد کا احتمال ہو تو اس وقت خلاف اولیٰ کرنے والا مثاب (مستحق ثواب) ہوگا نظیر اس کی قصہ حطیم ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین ہی نے دین کی حقیقت کو سمجھا ہے پس جو لوگ تارک تقلید ہیں وہ کہنے کو تو ائمہ کے خلاف ہیں مگر درحقیقت دین کے خلاف ہیں (کیونکہ) اس کی بنا صرف خود رائی اور اتباع ہوا اور اعجاب پر ہے۔ سب جانتے ہیں کہ یہ سب مہلک چیزیں ہیں جس کا جی چاہے تجربہ کرکے دیکھ لے تارکین تقلید میں اکثر یہ دونوں مرض رگ و پے میں گھسے ہوتے ہیں۔ ہمارا علم کچھ بھی نہیں ہم سے بڑوں نے اور ان لوگوں نے جن کا علم مسلم ہے کیوں تقلید کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ ہماری را۔ ئے متہم اور غلط ہے تقلید شخصی چھوڑ کر گنجائش نکالی جائے تو نتیجہ اس کا بہت ہی جلد آزادیٔ نفس پیدا ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)

ابن تیمیہ اور ابن قیم استاد شاگرد ہیں دونوں بڑے عالم ہیں بعض افاضل کا قول ہے کہ "عِلْمُهُمَا اكثرُ مِنْ عَقْلِهِمَا" ایسا محقق کسی بات میں ائمہ مجتہدین کے خلاف کرے تو مضائقہ نہیں اور یہ تھوڑا ہی ہے کہ بولنے کی تمیز نہیں اور ائمہ کے منہ آنے لگے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

ایک امتحان

رہا اس دعویٰ کا ثبوت کہ ان پر اجتہاد ختم ہوگیا یہ ہے کہ ائمہ کے فقہ کو عارضی طور پر الگ رکھ دیجئے اور قرآن و حدیث سے خود مسائل کا استنباط شروع کیجئے اور ایک معتد بہ مقدار مسائل کی جمع کر لیجئے پھر اس کو فقہ منقولہ سے ملا کر دیکھئے اپنی غلطیاں آپ کو خود معلوم ہو جائیں گی۔ اور آپ بے ساختہ بول اٹھیں گے کہ صحیح استنباط وہی ہے جو فقہ میں (ائمہ سے منقول) ہے علاوہ اس کے آج کل عافیت بھی اسی میں ہے کہ قرآن و حدیث سے استنباط کی اجازت نہ دی جائے ورنہ ہوی (خواہش نفس) اور

رائے کا وہ غلبہ ہے کہ معاذ اللہ۔ (وعظ الصالحون صفحہ ۳۱)

غیر مجتہدین کے اجتہاد کی مثال

آج کل کے استنباطات دیکھے جائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری فہموں میں کس قدر کجی ہے اہل حدیث کے استنباط بعض مسائل میں دیکھئے کس قدر لغو ہیں مثلاً ایک صاحب نے حدیث "حَتّٰی یَجِدَ رِیْحًا اَوْ یَسْمَعَ صَوْتًا" سے استدلال کیا اگر ریح خارج ہو لیکن بدبو یا آواز نہ ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا علی ہذا ایسے ایسے بے ہودہ مسائل ہیں کہ سن کر ہنسی آتی ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۵۸)

ایک غیر مقلد صاحب نماز میں بحالت امامت کھڑے کھڑے جھوما کرتے تھے جب نماز سے فارغ ہو چکے تو ایک صاحب نے جو لکھے پڑھے تھے پوچھا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی؟ کہا حدیث شریف میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک کبھی ایسی حدیث نہ پڑھی نہ دیکھی نہ سنی جس کا یہ مطلب ہو کہ ہل کے نماز پڑھو لاؤ ہم بھی دیکھیں وہ کون سی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے (امام صاحب نے) ایک حدیث کی مترجم کتاب لا کر دکھائی اس میں حدیث تھی "اِذَا اَمَّ اَحَدُ کُمْ فَلْیُخَفِّفْ" اور ترجمہ لکھا تھا کہ جب امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھے آپ نے لفظ ہلکی بمعنی خفیف کو ہلکے بمعنی حرکت پڑھا اور ہلنا شروع کر دیا یہ حقیقت تھی ان کے اجتہاد کی۔

(الافاضات جلد ۱ صفحہ ۲۱۵)

ایک مکالمہ

ایک غیر مقلد نے مجھ سے ریل میں پوچھا کہ اجتہاد کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا تمہیں کیا سمجھاؤں میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اس کا جواب دو اس سے پتہ لگ جائے گا۔

دو شخص سفر میں ہیں جو سب اوصاف میں یکساں ہیں شرافت میں وجاہت میں

جتنی صفتیں امامت کے لئے قابل ترجیح ہوسکتی ہیں دونوں میں برابر موجود ہیں دونوں سوکر اٹھے تو ان میں ایک کو غسل جنابت کی حاجت ہوگئی اور سفر میں ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا جب نماز کا وقت آیا تو دونوں نے تیمّم کیا ایک نے غسل کا ایک نے وضو کا بتاؤ اس صورت میں امامت کے لئے دونوں میں کون زیادہ مستحق ہوگا غیر مقلد صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جس نے وضو کا تیمّم کیا ہے وہ زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کو حدث اصغر تھا اور دوسرے کو حدث اکبر اور پاکی دونوں کو یکساں حاصل ہے مگر ناپاکی ایک کی بڑھی ہوئی تھی۔ حدث اصغر والے کی پاکی زائد اور قوی ہوئی میں نے کہا مگر فقہاء کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمّم کیا ہے اس کو امام بنانا چاہئے کیونکہ یہاں اصل وضو ہے اور تیمّم اس کا نائب ہے۔ اسی طرح غسل اصل ہے اور تیمّم اس کا نائب ہے اور غسل افضل ہے وضو سے اور افضل کا نائب بھی افضل ہوتا ہے تو غسل کا تیمّم بھی افضل ہوگا۔ وضو کے تیمّم سے لہٰذا جس نے غسل کا تیمّم کیا وہ اقوی فی الطہارۃ ہوگا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے اجتہاد کا یہ سن کر غیر مقلد صاحب کو حیرت ہوگئی اور کہا کہ واقعی حکم یہی ہونا چاہئے میری رائے غلط تھی۔

(افاضات جلد۹ صفحہ ۲۰۵)

دوسرا باب

قیاس کا بیان

قیاس کی تعریف اور اس کی حقیقت

فقہ میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ایک حکم کو منصوص سے غیر منصوص کی طرف باشتراک علت متعدی کرنا سو یہ حکم رائے کا نہیں ہے بلکہ نص کا ہے ہاں اس میں علت کا تلاش کرنا جس کی وجہ سے وہ حکم منصوص ہے غیر منصوص کی طرف متعدی کیا گیا یہ اجتہاد سے ہوا ہے یہ حقیقت ہے قیاس کی۔ (وعظ الصالحون صفحہ ۳۰)

حرام قیاس اور ناجائز رائے

بعض قیاس کو حرام کہا جا سکتا ہے جیسا میں نے کیا تھا یعنی نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے کیونکہ تمام ائمہ مجتہدین کے تمام فتاویٰ کو جمع کر کے دیکھئے اس میں زیادہ حصہ قیاسات واجتہادات ہی کا ہے خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔

(الافاضات جلد۲ صفحہ ۳۱۴)

جس رائے کو دخل دینے سے منع کیا جاتا ہے اور جس کی مذمت ہے وہ وہ ہے کہ وحی سے قطع نظر کر کے اس کو متبوع قرار دے لیا جائے اور اس کو دین میں کافی سمجھا جائے۔ اور فقہاء کا قیاس اس طرح کا نہیں ہے۔ (وعظ الصالحون صفحہ ۳۰)

قیاس اور رائے کا فرق

قیاس میں اور اس رائے میں جس کی مذمت کی جاتی ہے کئی طرح سے فرق ہے۔ایک یہ کہ اس سے (قیاس سے) اس وقت کام لیا جاتا ہے جب کسی چیز میں حکم منصوص موجود نہ ہو۔ اور اگر کوئی نص خبر احاد کے درجہ میں بھی موجود ہو تو اس سے کام نہیں لیا جاتا نص ہی پر عمل کیا جاتا ہے۔

قیاس مظہر ہوتا ہے نہ کہ مثبت

فقہاء قیاس کو صرف مظہر کہتے ہیں مثبت نہیں کہتے۔یعنی فقہاء کہتے ہیں کہ قیاس اس حکم کو ظاہر کرتا ہے جو چھپا ہوا تھا۔اصل حکم نص کا ہے جو مقیس علیہ کے بارے میں ظاہر تھا کیونکہ نص اس کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔اور مقیس کے بارے میں ظاہر نہ تھا مگر درحقیقت ثابت تھا کیونکہ اس میں بھی حکم کی علت موجود تھی اس کو ان کے قیاس نے ظاہر کر دیا تو حکم دراصل نص کا ہے قیاس نے کوئی نیا حکم ایجاد نہیں کیا۔

(صفحہ ۳۰)

اہل الرائے کا مصداق

اہل الرائے کی حالت یہ ہے کہ نص صریح اور قطعی میں بھی تاویل کر لیتے ہیں مگر رائے کو چھوڑنا نہیں چاہتے (یعنی نص کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کر لیتے ہیں)۔

(الصالحون صفحہ ۳۰)

امام ابوحنیفہ اہل الرائے نہیں ہیں

(کیونکہ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قیاس اس وقت کرتے ہیں جب کوئی حدیث موقوف یعنی اثر بھی نہ ملے اور دیگر ائمہ اس کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے وہ حدیث موقوف پر قیاس کو راجح رکھتے ہیں۔ (الصالحون صفحہ ۲۸)

امام صاحب حدیث ضعیف پر بھی قیاس کو مقدم نہیں رکھتے۔ جو شخص حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھے وہ کس قدر عامل بالحدیث ہے اس کو اہل الرائے کیونکر کہہ سکتے ہیں)۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۶۵)

حدیث وفقہ بھی قرآن ہے معانیٔ قرآن کے درجات

معانیٔ قرآن کے بہت سے درجات ہیں بعض معانی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھ سکتے ہیں غیر رسول نہیں سمجھ سکتا۔ ان معانی کو حضور نے بعض احادیث میں بیان فرمایا ہے اور بعض معانی کو حضور کے بعد صرف مجتہدین ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جن معانی کو مجتہدین نے سمجھا ہے وہ فقہ کے باب میں مدون ہیں۔ اور بعض معانی کو تمام اہل علم سمجھ لیتے ہیں۔ اور بعض کو ترجمہ کے بعد عوام بھی سمجھ سکتے ہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ حدیث وفقہ بھی قرآن ہی ہے۔ بعض احکام تو بلا واسطہ اور بعض بواسطہ کلیات مدلولہ قرآن کے جن سے حجیت حدیث وفقہ کی ثابت ہے پس سب قرآن ہوا مگر دوسرے لباس میں پس یوں کہنا چاہئے کہ "عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ وَكُلٌّ اِلٰى ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ" اور لباس کے بدلنے سے گو تشخص بدل جاتا ہے مگر تشخص کے بدلنے سے ذات نہیں بدلتی جیسا کہ بعض حمقاء کا قول ہے اور اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں محض دعویٰ ہے۔

پس حدیث وفقہ بھی قرآن ہی ہے گو لباس دوسرا ہے۔ اور فقہ میں جو مسائل منصوصہ قرآنیہ ہیں وہ تو قرآن ہیں ہی۔ مسائل قیاسیہ مستنبطہ من القرآن بھی قرآن ہی ہیں کیونکہ فقہاء فرماتے ہیں کہ "القیاس مظهر لا مثبت" کہ قیاس سے کوئی نئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ قرآن وحدیث کی مراد ظاہر ہوتی ہے۔ اور کلیات کے واسطے سے سب ہی قرآن ہیں۔ (التبلیغ جلد۱۴ صفحہ ۲۱۵)

تیسرا باب

اجتہادی اختلاف کا بیان

مجتہدین میں اختلاف کیوں ہوا؟

دو محقق جو انتہاء درجہ کے محقق ہوں بہت کم ایک بات پر متفق ہو سکتے ہیں، یہ بات ظاہراً بعید سی معلوم ہوتی ہے لیکن بالکل صحیح ہے۔ اور یہ کچھ دین ہی پر موقوف نہیں دنیا کی باتوں میں بھی دیکھ لیجئے کسی فن کو اٹھا کر دیکھئے دو محقق کی رائے کبھی موافق نہ ہوگی۔ طبی مسائل میں جالینوس کی تحقیق اور ہے اور شیخ کی اور ہے، اور بقراط کی اور ہے یہ اختلاف کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سب ائمہ فن تھے اور ان کو...... طب کی ترقی کی کوشش تھی، طب کے ساتھ ان کو عداوت نہ تھی پھر ان اختلاف کے کیا معنیٰ؟ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف اسی اصول پر مبنی ہے۔ کہ دو محقق کی رائے متفق نہیں ہوتی۔ ائمہ و مجتہدین کا اختلاف اسی قسم کا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۴۶)

اختلاف بین الائمۃ کے اسباب

وجوہ اختلاف کا احصار مشکل ہے، محققین حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں اور حقیقت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں، اور احاطہ سب پہلوؤں کا یہ خدا کا کام ہے، تو ایک ایک پہلو پر نظر جاتی ہے اس لئے ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتا۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۴۶)

شریعت میں دو قسم کی چیزیں ہیں ایک تو وہ چیزیں ہیں جو مقصود ہیں اور ایک وہ ہیں جو مقصود نہیں ہیں زائد ہیں مگر محمود ہیں لیکن یہاں مجتہد کی ضرورت ہوگی کہ وہ تمیز کرے کہ کون مقصود ہے اور کون مقصود نہیں یہ ہر شخص کا کام نہیں ...... سنن میں امتیاز کرنا کہ شارع کے نزدیک مقصود کون ہے اور غیر مقصود کون ہے یہ کام مجتہدین کا ہے ہر شخص کا کام نہیں اور کبھی اجتہاد میں اختلاف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت ہے اور عدم رفع بھی ثابت ہے اب یہاں مجتہدین کا اختلاف ہوا ایک مجتہد سمجھے کہ رفع مقصود ہے اور ترک رفع جو فرمایا تو بیان جواز کے لئے ہے مقصود نہیں۔ اور ایک مجتہد عدم رفع کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز میں سکون چاہئے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہو (یعنی سلام کے وقت) نماز میں سکون اختیار کرو۔ پس مقصود عدم رفع ہے۔ اور رفع بیان جواز کے لئے فرمایا۔ اب جنہوں نے رفع کو مقصود سمجھا ہے تو وہ اس میں یوں کہتے ہیں کہ یہ رفع جس میں منع فرمایا یہ وہ نہیں ہے جو رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت کیا جاتا ہے بلکہ یہ وہ رفع ہے جو سلام پھیرتے وقت کیا جاتا تھا جیسا کہ بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ صحابہ جب نماز کا سلام پھیرتے تو ہاتھ اٹھا کر کہتے **"السلام علیکم ورحمة الله"** یہ ممانعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمائی۔

ہم اس بارے میں یوں کہتے ہیں کہ مانا کہ اس سے وہی رفع مراد ہے مگر اس سے ایک بات تو ضرور نکلی کہ اصل مطلوب نماز میں سکون ہے اور رفع اس کے خلاف ہے پس مواقع مختلف فیہا میں بھی رفع مقصود نہ ہوگا کیونکہ وہ نماز کی اصلی حالت یعنی سکون کے خلاف ہے اور عدم رفع چونکہ سکون کے موافق ہے اس لئے وہ مقصود ہوگا۔

(التبلیغ احکام المال جلد ۱۵ صفحہ ۷۳)

جہاں کہیں اختلاف ہوا ہے اسی وجہ سے ہوا ہے کہ ایک نے ایک چیز کو مقصود

سمجھا اور ایک نے دوسری چیز کو مثلاً آمین کہنا ایک مجتہد کی رائے ہے کہ مقصود آمین پکار کر کہنا ہے اور اخفاء جو ہوا ہے تو وہ بیان جواز کے لئے۔ اور ایک مجتہد کی رائے ہے کہ مقصود اخفاء ہے کیونکہ یہ دعاء ہے اور دعا میں اخفاء مقصود ہے۔ اگر پکار کر کبھی کہہ دیا تو وہ اس لئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ بھی امین کہا کرتے ہیں جیسے کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حکمت سے سری نماز میں ایک آیت پکار کر پڑھ دی ہے تعلیم کی غرض سے۔ ایک مجتہد کی رائے یہ ہے اور ایک کی وہ رائے ہے۔ یہ اختلاف کس وجہ سے ہوا اسی وجہ سے کہ ایک نے ایک چیز کو مقصود سمجھا اور دوسرے نے دوسری چیز کو اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو آپس میں لڑائی جھگڑے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔ بس یہ راز ہے اختلاف مجتہدین کا۔ اسی بنا پر تمام افعال میں اختلاف ہوا ہے۔

(احکام المال صفحہ ۷۳ التبلیغ)

بعض وقت رائے کا اختلاف موضع کے اختلاف سے بھی ہو سکتا ہے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کا فقہ جدید اور ہے قدیم کے منضبط کرنے کے بعد انہوں نے مصر کا سفر کیا تو بہت سے اقوال میں تغیر کرنا پڑا جیسا کہ فقہ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ سفر کرنے سے دلیلیں بدل گئیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ سفر سے لوگوں کے حالات کا تجزیہ مزید حاصل ہوا جس سے بہت سے مواقع حرج کے معلوم ہوئے جو پہلے معلوم نہ تھے پہلے حکم کچھ اور تھا اور حرج معلوم ہونے کے بعد وہ حکم بدلنا ضروری ہوا اس طرح بہت سی رایوں میں اختلاف ہوا غرض وجوہ اختلاف کا احصاء مشکل ہے۔ لوگوں نے اس کے واسطے قواعد منضبط کئے ہیں لیکن وہ قواعد محیط نہیں۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

بعض اوقات قواعد فقہیہ کسی خاص واقعہ میں متعارض ہو جاتے ہیں، ایک عالم کی نظر ایک ضابطہ پر ہوتی ہے دوسرے کی نظر دوسرے ضابطہ پر ہوتی ہے۔ اس لئے اختلاف رائے پیدا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ سورۂ عبس وتولی میں جس واقعہ کے متعلق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب آیا کہ آپ نے ایک غریب نابینا مسلمان کی طرف زیادہ توجہ کیوں فرمائی یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر یہ قاعدہ تھا کہ اصول دین کی تعلیم مقدم ہے فروع کی تعلیم پر......اس کے بالمقابل ایک دوسرا ضابطہ تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت نظر نہ گئی وہ یہ کہ وہ کام مقدم رکھنا چاہئے جس کا نفع متوقع اور اس کے کامیاب ہونے کی امید زیادہ ہو بمقابلہ اس کام کے جس کا نفع موہوم اور کامیابی کی توقع کم ہو یہاں معاملہ ایسا ہی تھا کہ روساء مشرکین کے لئے تعلیم اصول کا اثر موہوم تھا اور مسلمان کے لئے تعلیم فروع کا نفع یقینی اس لئے قرآن کریم نے اس کو ترجیح دی۔ اور عتاب اس پر ہوا کہ آپ نے اس ضابطہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۵۰)

اسباب اختلاف کا احصاء ممکن نہیں

غرض وجوہ اختلاف کا احصاء مشکل ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک کتاب ہے "**دفع الملام عن الائمة الاعلام**" اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وجوہ دلالت کے اس قدر کثیر ہیں کہ کسی مجتہد پر یہ الزام صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس نے حدیث کا انکار کیا۔ یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

مجتہدین کا اختلاف رحمت ہے

علماء امت کے درمیان رایوں اور اس کی بناء پر اجتہادی مسائل میں اختلاف ایک امر فطری ہے، اور حضرات صحابہ وتابعین کے زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ایسے اختلاف کو حدیث میں رحمت کہا گیا ہے۔

اختلاف مذموم جس سے بچنے کی ہدایت قرآن وسنت میں وارد ہے وہ اختلاف ہے جو اغراض وہواء نفسانی پر مبنی ہو، یا جس میں حدود اختلاف سے تجاوز کیا گیا ہو۔

(مجالس حکیم الامت صفحہ ۲۳۸)

مجتہدین اور علماء کے اختلاف کی وجہ سے بدگمان ہونا صحیح نہیں

مگر آج کل لوگوں نے اس اختلاف کو بھی طبقہ علماء سے بدگمانی پیدا کرنے کے کام میں استعمال کر رکھا ہے اور سیدھے سادھے عوام ان کے مغالطہ میں آکر یہ کہنے لگے جب علماء میں اختلاف ہے تو ہم کدھر جائیں۔ حالانکہ دنیا کے کاموں میں جب بیماری کے علاج میں ڈاکٹروں حکیموں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اس میں عمل کے لئے اپنا راستہ تلاش کر لیتے ہیں۔ اور اس اختلاف کی بنیاد پر سب ڈاکٹروں حکیموں سے بدگمان نہیں ہو جاتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۲۴۸)

محققین کی شان اور ان کی پہچان

محققین کی شان یہی ہوتی ہے کہ حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور حقیقت کے بہت پہلو ہوتے ہیں اور احاطہ سب پہلوؤں پر خدا کا کام ہے تو ایک ایک پہلو پر نظر جاتی ہے اس لئے ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتا۔

ائمہ مجتہدین کا اختلاف اسی قسم کا ہوتا ہے کہ آپس میں اتنا اختلاف ہے کہ ایک صاحب ایک چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے اسی کو حرام کہتے ہیں یہ کتنا بڑا اختلاف ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ حالت بھی انہیں کی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ادب امام ابوحنیفہ کے ساتھ مشہور ہے۔ دیکھئے اتنا اختلاف اور اتنا اتحاد محقق ہمیشہ وسیع النظر ہوتا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۴۷)

مجتہدین نے فرضی مسائل کیوں وضع کئے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو فرماتے کہ یہ واقعہ ہوا ہے یا نہیں اگر کہا جاتا کہ نہیں ہوا ہے اور ایسے ہی فرضی صورت ہے تو پوچھنے

سے منع فرماتے تھے کہ غیر واقعہ میں کیوں پڑے وقت پر کوئی ضرور بتلانے والا مل ہی جائے گا اور وقوع کے وقت سوچنے سے بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اور حق تعالیٰ تائید فرماتے ہیں۔

اور اگر کوئی شبہ کرے کہ مجتہدین نے کیوں فرضی صورتیں نکال کر فتوے لکھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہدین کو اس ضبط کی ضرورت تھی اگر احکام ظاہری ضبط نہ ہو جاتے تو دین بالکل گڑبڑ ہو جاتا۔ اب دین منضبط ہو چکا اب فرضی صورتوں کے تراشنے کی ضرورت نہیں جب واقعہ پیش آئے گا کوئی بتلانے والا مل جائے گا۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۴۰۹)

مجتہدین کا احسان

بڑی غنیمت ہے کہ وہ حضرات دین کو منقح کر کے مدون کر گئے، اطمینان سے بیٹھے بس ان کی تقلید کئے جائیں اسی میں سلامتی ہے۔ اول تو فہم نہیں دوسرے تدین نہیں اب اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو رات دن اپنے نفس کے موافق مسئلے نکالا کرتے۔ (حسن العزیز جلد ا صفحہ ۴۱۳)

فرض واجب کی تقسیم بعد میں کیوں ہو گئی

اگر لوگ صحابہ کرام کے طرز پر رہتے یعنی عمل میں قصداً قصور نہ کرتے تو مجتہدین کو بہت سی تحقیقات کی ضرورت نہ ہوتی مثلاً وضو کامل کیا کرتے، نماز کامل پڑھا کرتے کسی جزء کو متروک یا مختل نہ کرتے تو اس تحقیق کی ضرورت نہ ہوتی کہ ان عبادات میں کیا فرض ہے کیا سنت ہے کیا مستحب ہے۔ مگر لوگوں نے جب عمل میں کوتاہی شروع کی مثلاً وضو میں کچھ عضو دھوئے کچھ نہ دھوئے، تو مجتہدین کو ضرورت پڑی کہ تحقیق کریں کہ کون فرض شیء ہے جس کے نہ ہونے سے مثلاً نماز نہیں ہوتی اور کون اس سے کم ہے کہ اس کے ترک سے فرض ادا ہو جائے گا۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۶)

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

شاہ ولی اللہ صاحب اتنے بڑے محقق ہیں کہ بعض لوگوں نے ان کو غیر مقلد سمجھ لیا ہے کہ وہ ائمہ کی تقلید نہ کرتے تھے مگر یہ غلط ہے وہ مقلد ہی ہیں مگر مقلد محقق ہیں لکیر کے فقیر نہیں۔ جیسے سالکین و مجذوبین کے سلوک و جذب میں مراتب ہیں کہ بعض سالک مجذوب ہیں بعض مجذوب سالک محض ہیں بعض سالک محقق ہیں۔

ایسے ہی تقلید و تحقیق کے بھی مراتب ہیں کہ بعض مقلد محض ہیں بعض محقق محض یعنی مجتہد ہیں اور بعض مقلد محقق ہیں۔ تو شاہ صاحب مقلد محض نہ تھے بلکہ مقلد محقق تھے اسی لئے بعض کو ان پر غیر مقلدی کا شبہ ہوا۔ (حقوق الزوجین صفحہ ۵۱۷)

چوتھا باب

تقلید کا بیان

تقلید کی تعریف

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصا صفحہ ۱۰)

تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتا اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے اسی کا نام تقلید ہے۔ اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی بیان کرے تو بھی شبہ رہتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل میں مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں۔ تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۳۱۸)

میرے دل میں تو تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ

ہمارے نزدیک درایت وفقہ میں اعلیٰ مقام پر ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے ان کے علوم اس پر شاہد ہیں۔
(اشرف الجواب جلد۲ صفحہ۱۲)

نجات کے صرف دوراستے تحقیق یا تقلید

فرمایا کہ آیت قرآن "لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِی اَصْحَابِ السَّعِیْرِ" یہ اہل جہنم کا قول ہے جو خود دخول جہنم کے وقت کہیں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم دوصفتوں میں سے کسی ایک صفت کے بھی حامل ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے وہ یہ کہ یا تو ہم دین کے عالموں کی بات سنتے، مانتے یا خود اپنی عقل سے دین کے احکام سمجھتے اس سے ثابت ہوا کہ نجات ان دونوں طریقوں پر منحصر ہے۔
(مجالس حکیم الامت صفحہ ۲۹۹)

تقلید کی حقیقت

تقلید کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ امام کے قول کو حدیث وقرآن سے زیادہ سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ہم کو اتنا علم نہیں جتنا کہ ان فقہاء کو تھا جنہوں نے فقہ کو مرتب کیا نصوص سے، جس فہم اور احتیاط کے ساتھ وہ مسائل کا استخراج کر سکتے تھے ہم نہیں کر سکتے۔ اس واسطے مسائل دریافت کرنے کے وقت امام کی روایت پوچھی جاتی ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق کیا تحقیق کی ہے، اگر ان کی تحقیق ہماری تحقیق کے خلاف ہو تو اسی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک طالب علم سے ایک مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اس کا جواب دے اور اسی کو ایک پرانے استاد اور مدرس سے پوچھا جائے اور وہ جواب دے اور ان کی تحقیق اس طالب علم کے خلاف ہو تو کس کو ترجیح ہوگی؟ ظاہر ہے کہ استاد کے فتوے کو ترجیح ہوگی۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جو معنی قرآن وحدیث کے تھے (جس کو کہ اس طالب علم نے سمجھا تھا، قرآن وحدیث کو چھوڑ

کر استاد کا اتباع کیا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ان کا فتویٰ تلاش کیا؟ نہیں بلکہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ قرآن و حدیث ہی کے فتویٰ کی تلاش ہے اور اسی کی اتباع کا حکم کیا جاتا ہے مگر اس کا حکم طالب علم کے پاس صحیح نہیں ملتا اس واسطے استاد کے پاس حکم کو تلاش کیا جاتا ہے یہ حقیقت ہے تقلید ائمہ کی۔ (وعظ الصالحون صفحہ ۳۱)

باوجود ذخیرہ احادیث پر نگاہ ہونے کے پھر بھی تقلید کیوں ضروری ہے

یہ بھی ایک مثال سے سمجھ میں آئے گا وہ یہ کہ ایک تو قوت ابصار ہے اور ایک مبصرات ہیں تو فرض کیجئے ایک شخص کانپور سے کبھی نہیں نکلا اور زیادہ چیزوں کو نہیں دیکھا مگر نگاہ اس کی نہایت تیز ہے کہ جس چیز کو دیکھتا ہے اس کی پوری حقیقت سمجھ لیتا ہے گو مبصرات اس کے کم ہیں۔

اور ایک وہ شخص ہے جو تمام کلکتہ اور بمبئی پھرا ہوا ہے اور بہت سی چیزیں دیکھیں مگر ہے چوندھا اس کے مبصرات زیادہ ہیں مگر ابصار کم ہے (یعنی قوت بصیرت) اس لئے یہ صاحب مبصرات صاحب ابصار سے افضل نہیں ہو سکتا۔

بس علم حقیقی ادراک کا نام ہے مدرکات کا نام نہیں ہے۔ علم کی تفسیر ادراک ہے نہ کہ مدرکات پس مجتہدین میں ادراک زیادہ تھا وہ اس میں بڑھے ہوئے تھے اگرچہ کسی کے مدرکات ان سے بڑھ جائیں مگر جو چیز ان کے پاس تھی وہ اس شخص کے پاس نہیں ہے۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

کیا ترک تقلید سے مواخذہ ہوگا؟

فرمایا ترک تقلید پر قیامت میں مواخذہ تو نہ ہوگا کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں مگر بے برکتی اس میں یقینی ہے۔ (الکلام الحسن صفحہ ۲۷)

بجائے صحابہ کے ائمہ کی تقلید کیوں ضروری ہے

ایک صاحب نے کہا کہ ایک غیر مقلد یوں کہتے تھے کہ ہم ابو حنیفہ کی تقلید کیوں کریں ہم صحابہ کی تقلید کیوں نہ کریں کیوں کہ اختلاف دونوں جگہ موجود ہے صحابہ میں بھی اختلاف تھا یہاں صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔ قاضی خان میں کچھ ہے عالمگیری میں کچھ ہے۔ غرض اختلاف دونوں جگہ پر موجود ہے پھر ہم صحابہ ہی کی تقلید کیوں نہ کریں۔ کیا صاحبین نے امام صاحب کے خلاف نہیں کیا ہے کیا باوجود اس کے تم صاحبین کی تو تقلید کرتے ہو مگر شافعی کی کیوں نہیں کرتے؟

فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ مصالحہ دینیہ سے اس کی ضرورت ثابت ہو چکی ہے کہ کل یا اکثر فروع میں کسی معین مجتہد کی تقلید ہونا چاہئے تو اس کے لئے مجتہد کے مذہب کا مدون و منضبط ہونا بھی ضروری ہے۔ اور صحابہ میں سے کسی کا مذہب اس طرح اصولاً و فروعاً مدون ہی نہیں تو اگر صحابہ کی تقلید کی جائے گی تو ایک صحابی کی نہ ہوگی اور ائمہ اربعہ کا مذہب مدون ہے۔ (حسن العزیز)

ائمہ کی تقلید قرآن وحدیث کی تقلید ہے

یہ کوئی کچا محل نہیں ہے دین کا، اہل اجتہاد نے من گھڑت باتوں پر بنا نہیں رکھی ہے ان کے یہاں خود رائی کا تو کام ہی نہیں جیسے کہ مجتہدین دوسروں کو پابند بناتے ہیں خود بھی پابند ہیں کوئی بات بلا حدیث وقرآن کے نہیں کہتے تو ان کی تقلید تقلید قرآن و حدیث ہوئی نام اس کا چاہے کچھ رکھ لو۔ جیسا "صرف" و "نحو" پڑھنے والا اولاً تو مقلد اخفش اور سیبویہ کا ہے لیکن اخفش و سیبویہ خود موجد زبان نہیں بلکہ مقلد ہیں اہل زبان کے اس واسطہ صرف ونحو پڑھنے والا درحقیقت مقلد ہوا اہل زبان کا یہ کیسی غلطی ہے کہ مقلد فقہاء کو تو تارک قرآن وحدیث کہا جائے اور مقلد اخفش وسیبویہ کو تارک زبان نہ کہا جائے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

ائمہ کی تقلید کے معنی

تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے کیوکہ وہ ہمارے نزدیک درایت وفقہ کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے۔

اتباع حدیث مقصود بالذات ہوگا اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے۔ جو شخص بلاواسطہ عمل بالحدیث کا دعوی کرتا ہے وہ حدیث کا اتباع اپنی فہم کے ذریعہ سے کرتا ہے اور یقیناً سلف صالحین کی فہم وعقل وورع وتقویٰ و دیانت وامانت وخشیت و احتیاط ہمارے اور آپ سے زیادہ تھی تو بتلایئے عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا؟ آپ کا جو اپنی فہم کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں یا مقلد کا جو سلف کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کا فیصلہ اہل انصاف کریں گے۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

تقلید کا مقصد

اصل دین قرآن و حدیث سے ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو۔ (الاقتضاء صفحہ ۸۵)

ائمہ کی تقلید کیا شرک فی النبوۃ کے مرادف ہے

اطاعت کی دو قسمیں

اطاعت کی دو قسمیں ہیں ایک اطاعت مطلقہ ایک اطاعت مقیدہ۔ اطاعت مقیدہ تو یہ ہے کہ مسلمان امام اور مجتہد کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اس شرط سے مقید ہے کہ امر الٰہی کے موافق ہو۔

اور اطاعت مطلقہ یہ ہے کہ ایسی اطاعت کی جائے جس میں موافقت امر الٰہی کی بھی شرط نہ ہو۔

مشرکین اپنے پیشواؤں کی ایسی ہی اطاعت کرتے تھے۔ اور ایسی اطاعت مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے دوسرے کا حق نہیں۔ جب انہوں نے غیر حق کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق تھا تو وہ مشرک اور شیاطین کے عابد ہوئے گو زبان سے اس کا اقرار نہ کریں۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے اہل کتاب کو اس امر کی تعلیم دی ہے۔ "وَلَا یَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کہ ایک دوسرے کو رب نہ بنائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے تو اپنے علماء کو معبود نہیں بنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلَیْسَ کَانُوْا یُحِلُّوْنَ لَکُمْ وَیُحَرِّمُوْنَ فَتَأْخُذُوْنَ لِقَوْلِهِمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ هُوَ ذَاكَ" یعنی کیا یہ بات نہ تھی کہ تمہارے علماء جس بات کو حلال کر دیتے تم اس کو حلال مان لیتے اور جس کو وہ حرام کر دیتے اس کو حرام مان لیتے تھے۔ کہا ہاں یہ تو ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اس سے تم نے اپنے علماء کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا۔ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تم نے ان کی اطاعت مطلقہ کی تھی اور اطاعت مطلقہ عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے بحمد اللہ اہل اسلام کسی کی اطاعت مطلقہ نہیں کرتے۔

غیر مقلدین کا اہل تقلید پر یہ الزام ہے کہ ان مقلدوں نے بھی اپنے ائمہ و مجتہدین کو ارباب بنا لیا ہے کہ یہ بھی ان کی اطاعت مطلقہ کرتے ہیں۔

مقلدین اطاعت مطلقہ کسی مجتہد کی نہیں کرتے بلکہ ان کے اقوال کا اتباع اس قید کے ساتھ کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہوں اسی وجہ سے وہ ایسے شخص کا اتباع کرتے ہیں جس کی نسبت ان کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ و رسول کا پورا متبع ہے اور خلاف حکم شرعی کوئی بات نہیں کہتا۔ (التبلیغ جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۹)

ائمہ اربعہ کی تخصیص کیوں ضروری ہے؟

رہا یہ امر کہ مذاہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گزرے ہیں لیکن جن کے اسماء واقوال جابجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں پھران اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو چکا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا متضمن مفاسد ہے تو ضروری ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جائے جس کا مذہب اصولاً وفروعاً ایسا مدون ومنضبط ہو کہ قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیا یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے۔ اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضروری ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جائے کیونکہ مذہب خاص کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا اس کے لئے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی (بے لگام) کی عادت پڑے جس کا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بنا پر مدت سے اکثر جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتی کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

(الاقتضا صفحہ ۵۲)

ہندوستان میں مذہب حنفی کی تخصیص کیوں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں پہلے سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل

ہوتا کیوں کہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع اور دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے۔ چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے۔ (الاقتضا صفحہ ۵۴)

انتقال عن المذہب الی مذہب

رہا یہ کہ دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی کی جائے اور پہلا مذہب بالکل چھوڑ دیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی کوئی وجہ متعین ہونی چاہئے جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے۔ وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل محض ترجیح بلا مرجح (خواہش نفسانی پر) مبنی ہوگا۔

اور اگر کوئی تھوڑا بہت کچھ سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب سے دوسرے عوام الناس کے لئے جو متبع ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے۔ اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا ہے کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جاتا ہے۔ اور یہی مبنی ہے علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے۔ (الاقتضا صفحہ ۵۴)

مذاہب اربعہ سے خروج ممنوع ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض الحرمین میں فرمایا ہے کہ چند چیزوں میں میری طبیعت کے خلاف مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور فرمایا ایک یہ کہ مجھے طبعی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہ کی تفضیل مرغوب تھی آپ نے شیخین کو ان پر ترجیح دینے کے لئے مجبور فرمایا۔ دوسرے یہ کہ مجھے تقلید سے طبعاً نفرت تھی آپ نے مذاہب اربعہ سے خروج کو منع فرمایا۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۵۵)

پانچواں باب

تقلید شخصی کا بیان

تقلید شخصی کی تعریف

مولوی عبدالعلیم صاحب نے دریافت کیا کہ تقلید شخصی کے کیا معنی ہیں جب کہ سب مسائل صاحب مذہب سے منقول نہیں۔ فرمایا کہ ایک شخص نے جو قواعد مقرر کر دیئے ہیں ان کے موافق عمل کرنا یہ تقلید شخصی ہے۔ تو اگر ان قواعد سے کوئی دوسرا بھی مسائل کا استخراج کرے تو وہ مقلد ہی رہے گا۔ (دعوات عبدیت جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۵)

تقلید شخصی کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آئے کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے۔

(الاقتصاد صفحہ ۳۲)

تقلید شخصی مقصود بالذات نہیں ورنہ وہ بدعت ہے

تقلید شخصی: اس حکم کو مقصود بالذات سمجھنا بے شک بدعت ہے۔ لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا یہ بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔

(بوادر النوادر رسالہ اعدال الجنہ صفحہ ۷۷۹)

تقلید شخصی کی مشروعیت

﴿عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدُوْا

بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَأَشَارَ اِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ الحديث﴾ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیا کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کیا کرنا پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لینا اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کر سکتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۴۲)

تقلید شخصی کا فی نفسہٖ حکم

ترک تقلید فی نفسہٖ مذموم نہیں بعض عارض کی وجہ سے تقلید ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ بدون اس کے نفس میں اطلاق ہو جاتا ہے ترک تقلید کا یہ خاصہ ہے اور پہلے جو ترک تقلید کا طریق تھا سو اس کا حاصل احوط کا اختیار کرنا پس اس زمانہ میں تدین سبب تھا ترک تقلید کا۔ اور اب تو نفس پرستی سبب ہے ترک تقلید کا پہلے اس کی بنا دین تھا اور اب اس کی بنا محض نفس ہے۔ اب تو ائمہ کی شان میں گستاخی تک کرتے ہیں۔

(حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

متعدد (ائمہ) کا اتباع بھی فی نفسہٖ جائز ہے اور سلف کی یہی حالت تھی کہ کبھی امام ابوحنیفہ سے پوچھ لیا کبھی اوزاعی سے اور اسی سلف کی حالت دیکھ کر آج بھی لوگوں کو یہ لالچ ہوتا ہے سو فی نفسہٖ تو یہ جائز ہے مگر ایک عارض کی وجہ سے ممنوع ہو گیا اور وہ یہ کہ ان کو تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان میں تدین غالب تھا بخلاف ہمارے کہ ہم میں غرض پرستی غالب ہے، ہم غرض کے بندے ہیں ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی ایک خاص شخص کی تقلید کریں۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

تقلید شخصی کا وجوب

فرمایا سلامتی اتباع میں ہے ورنہ ہمارے نفوس اسی طرف چلتے ہیں جس طرف گنجائش ملے تحقیق کی طرف نہیں چلتے۔

ایک شخص سے تقلید شخصی سے متعلق گفتگو تھی میں نے کہا وجوب اور فرضیت کی بحث چھوڑ۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے نفوس کی اصلاح ضروری ہے یا نہیں؟ اور وہ کسی بات میں پابند بنائے جانے کے محتاج ہیں یا نہیں؟ اور نفوس کا میلان بالطبع مفاسد کی طرف ہے یا نہیں؟ کہا ہاں یہ تو سب صحیح ہے میں نے کہا تجربہ سے یقین کے ساتھ ثابت ہے کہ اس کا علاج سوائے تقلید شخصی کے کچھ نہیں ہے۔ اور نفس کا علاج واجب ہے اس واسطے واجب کا اطلاق تقلید پر صحیح ہوا۔ کہنے لگا اس وقت مجھے تقلید کی حقیقت معلوم ہوئی یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۵۷)

تقلید شخصی کو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات اس لئے ایسی آیت و حدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکیدی حکم آیا ہو۔ تقلید شخصی کے وجوب کے لئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں (کیونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے) اور وجوب بالغیر کہتے ہیں کہ اس امر کی خود تو تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جائے گا اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کا کہ واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے۔

(الاقتصاد صفحہ ۳۵)

تقلید شخصی کیوں ضروری ہے؟

وجہ یہی ہے کہ کسی ایک کے پابند نہیں ذرا کوئی بات پیش آئی سوچ کر کسی ایک روایت پر عمل کر لیا اور روایتوں میں انتخاب کرنے کے لئے اپنی رائے کو کافی سمجھا پس

اس کو صورۃً تو چاہے کوئی اتباع حدیث کہہ دے مگر جب اس کا منتہا رائے پر ہے تو واقع میں اتباع رائے ہی ہوا۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۵۱)

بعض موقع ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں دقت اور غموض ہے اور اس میں ایک حدیث ہے مگر اس کے متعلق اماموں میں اختلاف ہے ایک ایک پر محمول کرتا ہے۔ اور دوسرا دوسرے پر تو یہاں دو ہی صورتیں عمل کی ہو سکتی ہیں یا ذوق، یا تقلید اہل ذوق، چنانچہ متقدمین میں ذوق تھا غرض پرستی نہ تھی اس لئے جس محمل پر جس نے محمول کر لیا وہ اس میں معذور ہے۔ اور ہم میں نہ ذوق صحیح ہے نہ وہ تدین ہے اس لئے بجائے تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں۔ (حسن العزیز جلد۳ صفحہ ۱۱۶)

جب پہلے تقلید شخصی ضروری نہ تھی تو اب کیوں ضروری ہے؟

وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جب کہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوی کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل بالاحوط کرتے تھے اس کے بعد ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوی (خواہش نفس) کا ہو گیا طبیعت ہر حکم میں موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی اس لئے عدم تقلید میں بالکل نفس و ہوی کا اتباع رہ جائے گا جو شریعت میں سخت ممنوع ہے۔ (دعوات عبدیت جلد۱ صفحہ ۱۴۱)

اس کے سمجھنے کے لئے اول ایک مقدمہ سمجھ لیجئے وہ یہ کہ حالت غالبہ کا اعتبار ہوتا ہے سو حالت غالبہ کے اعتبار سے آج کل میں اور اس وقت میں یہ فرق ہے کہ اس وقت تدین غالب تھا۔ ان کا مختلف لوگوں سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور سے ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ جس قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے بس اگر تدین کی اب بھی وہی حالت ہوتی تو ایک کو خاص کر کے تقلید کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر اب تو وہ حالت ہی نہیں رہی اور کیسے رہ سکتی ہے حدیث میں ہے "ثُمَّ یَفْشُو الْکِذْبُ" کہ خیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا اور لوگوں کی حالت بدل جائے گی سو جتنا خیر

القرون سے بعد ہوگا اتنی ہی لوگوں کی حالت ابتر ہوتی گئی اب تو وہ حالت ہوگئی ہے کہ عام طور پر غرض پرستی غالب ہے اب مختلف لوگوں سے اس لئے پوچھا جاتا ہے کہ جس میں اپنی غرض نکلتی ہو اس پر عمل کریں گے سو دین تو رہے گا نہیں غرض پرستی رہ جائے گی یہ فرق ہے ہم میں اور سلف میں۔ (اشرف الجواب صفحہ ۱۲۲)

تقلید شخصی معتدل راستہ ہے

ہم تقلید شخصی کو فی نفسہ واجب نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں دین کا انتظام ہوتا ہے اور ترک تقلید میں بے انتظامی ہوتی ہے، ترک تقلید کی حالت میں اگر تمام مذاہب سے احوط کو تلاش کر کے عمل کرے گا تو مصیبت میں رہے گا اور اگر آسان کو تلاش کرے گا تو غرض پرستی میں مبتلا ہو جائے گا۔ پس تقلید میں راحت بھی ہے اور نفس کی حفاظت بھی ہے۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

بعض اہل علم کا شبہ اور اس کا جواب

افسوس ہے کہ بعض اہل علم کو بھی شبہہ ہو گیا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر لیا جائے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کہ نیت کا اعتبار ہے سو آج کل دوسرے امام کے مذہب پر دین ہونے کی حیثیت سے عمل نہیں کیا جاتا بلکہ اپنی دنیوی غرض کے حاصل کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں ہر امام کی رائے کو وہ اسی میں قبول کرے گا جو اس کے مطلب کے موافق ہوگی اور جو اس کے مطلب کے خلاف ہے اس کو نہ مانے گا سو دین تو رہے گا نہیں غرض پرستی رہ جائے گی۔ (اشرف الجواب صفحہ ۱۲۴)

چھٹا باب

اشکالات وجوابات

ائمہ مجتہدین نے خود اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے پھر کیوں ان کی تقلید کی جاتی ہے؟

''شبہ'' ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

''جواب'' مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہاد حاصل نہ ہو ورنہ ان کا یہ قول خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا۔ فعل تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں۔

اسی طرح ان کے فتاویٰ جو خود ان کے مدون کئے ہوتے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو ان کا یہ فعل خود مجوز تقلید ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۶۰)

پس معلوم ہوا کہ قول سابق کے مخاطب وہ لوگ نہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوۃ اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے

سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے، اور غیر صاحب قوۃ اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کا امر کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد کو ہے نہ کہ غیر مجتہد کو۔ (الاقتصاد صفحہ ۶۰)

حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے جب امام کے قول کو چھوڑ دیا تو پھر تقلید کہاں باقی رہی

اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہو جائے کہ حدیث صریح منصوص کے خلاف ہے تو چھوڑ دیں گے اور یہ تقلید کے خلاف نہیں...... اگر خود امام صاحب ہوتے اور اس وقت ان سے دریافت کیا جاتا تو وہ بھی یہی فرماتے تو گویا اس چھوڑنے میں بھی امام صاحب ہی کی اطاعت ہے۔ (حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

حنفی بھی جب دلیل تلاش کرتے ہیں تو پھر مقلد کہاں رہے؟

غیر مقلد ایک یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جب تم (مسئلہ کی) دلیل ڈھونڈتے ہو تو پھر مقلد کہاں رہے؟

جواب یہ ہے کہ عمل کے لئے تو امام صاحب کا فتویٰ ہی کافی ہے۔ باقی دلائل ہم ڈھونڈتے ہیں تا کہ امام صاحب پر سے اعتراض اٹھا دیں۔ نہ کے عمل کے انتظار کے لئے اور اگر ہم دلائل عمل کے ڈھونڈتے تو ہم دونوں طرف کے دلائل پر نظر کرتے پھر کبھی حنفیہ کے دلائل کو ترجیح دیتے اور کبھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کو جب یہ

نہیں تو ہم مقلد ہوئے۔ (القول الجلیل صفحہ ۷۳)

بہت سے مسائل میں جب صاحبین کے قول کو اختیار کرتے ہیں تو پھر حنفی کہاں رہے؟

رہا یہ کہ صاحبین کی تقلید امام صاحب کی ترک تقلید ہے۔ سو اصل تقلید اصول میں ہے اور صاحبین اصول میں امام صاحب کے خلاف نہیں، اور امام شافعی کے ساتھ اصول میں اختلاف ہے پس صاحبین میں جس کی بھی تقلید کریں گے وہ امام صاحب ہی کی تقلید ہے جیسے ججوں میں اختلاف ہوتا ہے تو قانون نہیں بدلتا محض تفریعات میں اختلاف ہوتا ہے قانون کے اندر اختلاف نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ ان ہی اصول سے متخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں۔ لہٰذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لیتے ہیں اس سے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۰)

جدید مسائل میں امام صاحب کی تقلید کہاں ہے؟

باقی یہ بات کہ اب جو مسائل استنباط کرتے ہیں ان میں امام صاحب کی تقلید کہاں ہے تو یہ ان اصل ہی پر فروع کا استنباط ہے اس کو اجتہاد نہیں کہتے کیونکہ اصل اجتہاد اصول کی تدوین تھی۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

بعض مسائل میں دوسرے ائمہ کے اقوال لینے کے بعد تقلید شخصی کہاں باقی رہی؟

رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور

ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے۔ اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب باقی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۰)

حنفی مسلک کی امام صاحب تک سند تو پہنچتی نہیں پھر ان کی تقلید کیسے ہوسکتی ہے؟

سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہوتی ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں۔ اس وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے ان سے یہ اقوال صادر ہوئے غیر محصور آدمی ان کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعیین ان کے اسماء وصفات کی نہ کی جائے پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون ہے اور عمل کے لئے دونوں کافی ہیں۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۱)

حنفی کے معنی

حنفی کے معنی ہیں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر چلنے والا۔ (الاقتصاد صفحہ ۷۹)

اگر حنفی کہنا شرک ہے تو محمدی کہنا بھی شرک ہے

فرمایا کہ بہت سے غیر مقلد حضرات اپنے کو محمدی کہتے اور لکھتے ہیں اور حنفی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر حنفی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرک ہے تو محمدی کہنا کیوں شرک سے خارج ہوگیا۔

(مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۴۶)

(کیونکہ) متبوع مستقل صرف حق تعالیٰ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ اور ائمہ مجتہدین کی اتباع کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کا اتباع ان کے ارشاد کے مطابق کیا جائے۔ تو حنفی کہنے اور محمدی کہنے میں جواز وعدم جواز میں کچھ فرق نہ ہوگا کیونکہ اگر اس نسبت سے اتباع بالاستقلال و بالذات مراد لیا جائے تب تو یہ نسبت دونوں میں صحیح نہ ہوگی کیونکہ ایسا اتباع تو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اگر نسبت کے یہ معنی ہیں کہ ان کے ارشاد کے موافق حق تعالیٰ کے احکام کا اتباع کیا جاتا ہے اس معنی کے اعتبار سے دونوں کی نسبت صحیح ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کی نسبت کو جائز کہا جائے اور دوسرے کی نسبت کو ناجائز پس معلوم ہو گیا کہ حنفی کہنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس نسبت سے یہ مراد نہیں کہ یہ متبوع مستقل ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کی تحقیق کے موافق حق تعالیٰ کے احکام کا اتباع کرتے ہیں۔ (شرف الجواب جلد۲ صفحہ ۱۳۳)

اگر اس نسبت کے یہ معنی ہوئے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا" قال اللّٰہ تعالیٰ ویکُونَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ" یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے۔ لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے۔ (الاقتصاد صفحہ ۷۹)

حنفی کہنے کا جواز

اس حدیث "(عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ)" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف منسوب فرمایا تو معلوم ہوا کہ کسی طریقہ دینی کا غیر نبی کی طرف نسبت کر دینا کسی ملابست سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلانے والے ہیں منسوب کر دیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا۔ (الاقتصاد صفحہ ۷۹)

بجائے حنفی کے محمدی کیوں نہیں کہتے؟

جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے۔ اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا تحصیل حاصل ہے۔ پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا۔ بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔ (الاقتصادی صفحہ ۸۰)

کسی مذہب کی طرف نسبت کرنے کی دلیل

جیسی نسبت ہم حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں ایسی نسبت تو خدا کے کلام میں موجود ہے ارشاد ہے "وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ" اور "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ" سو یہاں تو سبیل کی نسبت رسول اور ان لوگوں کی طرف کی گئی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں "وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" میں سبیل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے جس کو سبیلی فرمایا تھا اس کو یہاں "سبیل من اناب الی" فرما رہے ہیں پس سبیلی من اناب الی مصداق کے اعتبار سے ایک ہوئے۔

اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا "ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" کہ ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کیجئے۔ اب اس کے کیا معنی ہیں ظاہر ہے کہ اسی شریعت محمدیہ کا ایک لقب ابراہیمیہ ہے عنوان کا اختلاف ہے باقی اصل اتباع احکامِ الٰہیہ کا ہے پھر اتباع علماء کے عنوان سے کیوں متوحش ہوتے ہیں۔ ملت ابراہیم ملتِ الٰہیہ کا نام ہے اس کے بہت سے لقب ہیں ایک لقب ملت ابراہیم بھی ہے ...... تو واقع میں ملت ابراہیم کا اتباع نہیں بلکہ ملتِ الٰہیہ کا اتباع ہے جو ایک مناسبت سے ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کر

دی گئی۔ تو جیسے یہاں پر ملتِ الٰہیہ کو ملت ابراہیم کہہ دیا گیا اسی طرح اگر اس دین کو مذہب شافعی یا مذہب ابوحنیفہ یا قول حاضی خاں کہہ دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کا قول فتویٰ ہے کوئی خدا و رسول کا حکم تو نہیں حالانکہ وہ واقع میں مولوی صاحب کا فتویٰ نہیں بلکہ خدا کا مسئلہ ہے مولوی صاحب نے اس کو سمجھ کر بتلا دیا ہے۔ (اشرف الجواب)

کیا ابن تیمیہ وابن قیم مقلد تھے؟

ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ استاد شاگرد ہیں دونوں بڑے عالم ہیں بعض افاضل کا ان کے بارے میں قول ہے کہ "علمهما اكثر من عقلهما" یہ دونوں حنبلی مشہور ہیں مگر حنبلی ہیں نہیں ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مجتہد ہونے کے مدعی ہیں ایسا محقق کسی بات میں ائمہ مجتہدین کے خلاف کرے تو مضائقہ نہیں۔

(حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۵۸)

شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کیا غیر مقلد تھے؟

بعض خود غرض لوگ مشہور کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ مقلد نہ تھے امام صاحب کے مثلاً یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ امام صاحب کے مقلد نہ تھے گو میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا لیکن فرض بھی کرلوں تب بھی امام صاحب کی تقلید ترک نہ کروں گا اتنا سمجھ گیا ہوں امام صاحب کی تقلید کی حقیقت کو۔

(القول الجلیل صفحہ ۷۰)

مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو بعض لوگ غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل خلاف ہے۔ مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل

خالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے۔ اور ایک بار آمین زور سے کہہ دی کیوں کہ غلواس وقت ایسا تھا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے امین زور سے کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرادیا تھا مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا۔ اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ان کو سمجھایئے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جائے گی خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے۔ لیکن وہ غیر مقلد ہرگز نہ تھے میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سیّد صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے پوچھا کہ مولانا غیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا یہ تو معلوم نہیں لیکن سیّد صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں (کیونکہ ائمہ پر سب وشتم کرتے ہیں) اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے؟

میں تقلید میں محقق ہوں

فرمایا میں مسائل میں تو امام صاحب کا مقلد ہوں مگر تقلید میں محقق ہوں۔ تقلید کی حقیقت سمجھ کر میں نے اس کو اختیار کیا ہے، محض اپنے بڑوں کی اتباع سے نہیں۔ گو شروع تو یوں ہی ہوا تھا مگر پھر خود میری سمجھ میں امام صاحب کی تقلید کا ضروری ہونا بھی آگیا اور اگر اب فرضاً یہ بھی ثابت ہو جائے کہ شاہ ولی اللہ اور مولانا اسماعیل شہید مقلد نہ تھے تب بھی امام صاحب کی تقلید ترک نہ کروں گا۔ (القول الجلیل صفحہ ٧٠)

مقلد وعوام کا منصب

کسی آیت اور حدیث کے ظاہری مفہوم پر غیر مجتہد کو عمل کرنا درست نہیں اور نہ عامی کو محض فقہ کا مطالعہ کافی ہے بعد انقراض زمانہ اجتہاد کے عالم کو کتب فقہیہ کا اتباع اور عامی کو علماء سے استفسار کر کے عمل کرنا واجب ہے۔ بے علمی میں بعض اوقات قصد

ہوتا ہے قرآن وحدیث کے اتباع کا اور لازم آجاتا ہے اتباع اپنی رائے اور ہوی کا۔

(اصلاح انقلاب جلد ۱ صفحہ ۹۹)

مسائل میں اگر شبہات ہوں تو ان کا جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں کیوں کہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں بانی نہیں جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہہ یا خدشہ ہو تو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

(تربیت السالک جلد ۱ صفحہ ۱۳)

ساتواں باب

تلفیق کا بیان

تلفیق کی تعریف اور اس کا حکم

مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر تو وضوٹوٹ گیا اور امام شافعی کے مذہب پر نہیں ٹوٹا سو یہاں تو یہ شخص شافعی مذہب اختیار کرے اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا تو اب شافعی کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا تو یہاں حنفیہ کا مذہب لے لے۔ حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک وضو نہیں رہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو خون نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور امام شافعی کے نزدیک عورت کے چھونے کی وجہ سے۔ (اشرف الجواب جلد۲ صفحہ۱۲۵)

(یا مثلاً) اگر کوئی شخص مس مراۃ بھی کر لے اور فصد بھی کھلوائے اور مس ذکر کرے پھر وضو نہ کرے اور نماز پڑھے تو جس امام سے پوچھے گا وہ اس کی نماز کو باطل کہے گا تو باجماع مرکب اس کی نماز باطل ہوگی اس کو تلفیق کہتے ہیں۔

(حسن العزیز جلد۴ صفحہ۶۴)

ایک صاحب نے پوچھا کہ مختلف مسائل میں مختلف مجتہدوں کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جائز نہیں کیونکہ دین پابندی کا نام ہے اور اس میں مطلق العنانی ہے۔ (دعوات عبدیت جلد۱۹ صفحہ۱۷)

تلفیق کا وبال

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ محض دنیا کے واسطے اپنے فروع مذہب کو چھوڑ دے مثلاً شافعی ہے محض دنیاوی غرض سے حنفی ہو جائے اگر حنفی ہو تو شافعی ہو جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک فقیہ نے ایک محدث کے یہاں اس کی لڑکی کے لئے پیام بھیجا اس نے کہا اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تم رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرو فقیہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور نکاح ہو گیا اس واقعہ کا ایک بزرگ کے پاس ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کو سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا کہ مجھے اس شخص کے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے اس واسطے کہ جس بات کو وہ سنت سمجھ کر کرتا تھا بدون اس کے کہ اس کی رائے کسی دلیل شرعی سے بدلی ہو صرف دنیا کے لئے اس کو چھوڑ دیا ایک مردار دنیا کے واسطے دین کو نثار کیا۔

(اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

دوسرے مذاہب پر عمل کرنے کی گنجائش اور اس کے شرائط

اگر کسی عمل میں بہ ضرورت دوسرے مذہب پر عمل کیا جائے تو اس عمل کی تمام جزئیات پر عمل کرنا چاہئے (یہی اس کی شرط ہے)۔ (حسن العزیز صفحہ ۶۴)

دیانات میں تو نہیں لیکن معاملات میں جن میں عام ابتلاء ہوتا ہے۔ دوسرے امام کے قول پر بھی اگر گنجائش ہوتی ہے تو اس پر فتویٰ دفع حرج کے لئے دے دیتا ہوں اگر چہ مجھے اس گنجائش پر پہلے سے اطمینان تھا لیکن میں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق اجازت لے لی۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ معاملات میں محل ضرورت میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے؟ فرمایا کہ جائز ہے اور یہ توسع معاملات میں کیا گیا ہے بیانات میں نہیں۔

(دعوات عبدیت جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۴ الکلمۃ الحق صفحہ ۷۰)

موقع اختلاف میں احوط پر عمل بہتر ہے

فرمایا موقع اختلاف میں احوط پر حتی الامکان عمل کرنا بہتر ہے مثلاً مس مرأۃ کے بعد حذراً عن الاختلاف تجدید وضو بہتر ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۴۴۴)

دیگر مذاہب اور اختلافی مسائل کی رعایت کے حدود

خلافیات کی رعایت اچھی چیز ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے مثلاً حنفی وضو میں فصد کے ذریعہ سے خون بھی نہ نکلوائے کیونکہ وہ حنفیہ کے نزدیک ناقض وضو ہے۔ اور مس مرأۃ سے بھی احتیاط کرے اسی طرح مس ذکر سے بھی (کیونکہ یہ شافعیہ کے نزدیک ناقض وضو ہے) افضل یہی ہے کہ اختلاف سے بھی احتیاط رکھے۔ اور جس کے پیچھے مختلف مذاہب کے اشخاص نماز پڑھتے ہوں اس کو تو اس کی رعایت ضرور کرنی چاہئے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۶۱۴)

احوط پر عمل کرنے کے حدود اور ترک تقلید کی گنجائش

اگر کوئی احتیاط کرے اور مختلف اقوال میں سے احوط پر عمل کرے تو اس کو اتباع نفس وہوی نہ کہیں گے اور اس میں فی نفسہ کوئی حرج بھی نہیں لیکن اول تو ایسا کرتا کون ہے۔

اور ایسے محتاط کو بھی اجازت نہ دیں گے کہ دوسروں پر اثر پڑتا ہے اس کی احتیاط کی تقلید تو کوئی نہ کرے گا ہاں اس کی عدم تقلید کرلیں گے اور پھر وہی اتباع ہوئی باقی رہ جائے گا۔

اگر یہ شخص گمنام جگہ ہو اور اطمینان ہو کہ دوسروں پر اثر نہ پڑے گا تو اس کا معاملہ اللہ پر ہے اگر اس کی نیت سچی ہے اور خوف خدا سے احوط کو اختیار کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں لیکن ایسی نظیر شاید ایک بھی ملنا مشکل ہے یہ توسیع صرف عقلی ہے۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۲)

بعض صورتوں میں ترک تقلید کا وجوب

پوچھا گیا کہ اگر مقتدی شافعی ہو اور امام حنفی ہو تو اس کو مس مراۃ کے بعد وضو کرنا چاہئے تو کیا اس صورت میں ترک تقلید جائز ہوگا؟

فرمایا اس خاص صورت میں واجب ہے تا کہ ان کا اقتداء صحیح رہے اور اس کو ترک تقلید نہیں عمل بالاحوط کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مس مرأۃ کے بعد وضو ناجائز تو نہیں ہاں ضروری نہیں۔ اور یہ متاخرین کے قول پر ہے اور متقدمین کے قول پر اقتداء بالمخالف غیر مرائی للمخالف میں وسعت ہے۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۲۴۴)

ترک تقلید اور عمل بالاحوط کا عام ضابطہ

فرمایا کسی ایک کی تقلید چھوڑنا اگر عمل بالاحوط کے لئے ہو تو حرج نہیں یا مجبوری آپڑے تو ایک روایت کو اختیار کر لینا بھی ممکن ہے باقی توسیع امر کے لئے اور نفس کو گنجائش دینے کے لئے روایتیں تلاش کرنا تو سوائے اس کے کیا ہے کہ اتباع ہوئی ہے (جو کہ ناجائز ہے)۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۵۷)

مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے

مجتہد کو دوسرے کی تقلید حرام ہے، مجتہد گنہگار ہوگا اگر تقلید کرے گا۔

(حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۴۱۲)

آٹھواں باب

مذاہب کے بیان میں

کسی ایک مذہب کو یقینی حق اور دوسرے کو باطل جاننا غلط ہے

فرمایا جن مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے ان میں بحث و تحقیق کی زیادہ کاوش طبعاً ناگوار ہے کیونکہ سب کچھ تحقیقات کے بعد بھی انجام یہی رہتا ہے کہ اپنا مذہب صواب محتمل الخطاء اور دوسروں کا مذہب خطا محتمل الصوب ہے۔ کتنی ہی تحقیق کر لو کسی امام مجتہد کے مسلک کو بالکل غلط نہیں ٹھہرایا جا سکتا اسی لئے میں اس بات سے بہت گریز کرتا ہوں بعض اوقات تو سوالات وشبہات کے جواب میں اسی پر قناعت کر لیتا ہوں کہ سائل سے پوچھتا ہوں کہ یہ مسئلہ قطعی ہے یا ظنی ظاہر بات ہے کہ قطعی ہوتا تو محل اجتہاد نہ ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ ظنی ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ پھر ظنی ہونے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جانب مخالف کا اس میں شبہ رہتا ہے اگر تمہیں شبہ ہو تو ہوا کرے اس سے تو مسئلہ کی ظنیت کی تاکید وتقویت ہوتی ہے ایسے شبہ سے کچھ حرج نہیں۔

(مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۷۲)

راہ اعتدال

توحید و رسالت اور عقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل اس پر قائم ہیں اس میں مذاہب حقہ سب شریک ہیں آگے فروع ہیں جس کے دلائل خود ظنی ہیں ان میں کسی

جانب کا جزم کر لینا غلو فی الدین ہے اس لئے مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح ترجیح دینا کہ شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہو یہ طرز پسندیدہ نہیں۔

(انفاس عیسی صفحہ ۶۴۳)

کسی ایک مذہب کو یقینی حق اور دوسرے کو باطل سمجھنے کا وبال

فرمایا مسائل مختلف فیہا میں ایک جانب کو یقینی حق سمجھنا اور دوسری جانب کو یقیناً باطل نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات موت کے وقت حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے اس وقت فرض کیجئے جس کو باطل سمجھتا تھا "اگر صحیح ظاہر ہوا تو ایسے وقت میں شیطان کو بہکانے کا موقع ملتا ہے کہ شاید تمہارے تمام یقینیات کا یہی حال ہو حتی کہ توحید و رسالت میں بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے پس ایسی حالت میں ایمان برباد ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔" (مقالات حکمت صفحہ ۳۰)

حنفی مسلک کو مدلل اور ثابت کرنے کا مقصد

میری یہ نیت ہرگز نہیں کہ اپنے امام کے مذہب کی ترجیح کی دوسرے مذاہب پر کوشش بھی کی جائے میں طالب علموں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اس ترجیح کی کوشش ہرگز مت کرو کہ امام صاحب کا قول راجح بھی مقصود نہیں، بلکہ امام صاحب کے قول کا صرف ماخذ دکھلانا ہے تاکہ ہمارے امام صاحب پر سے مخالفت حدیث کا اعتراض اٹھ جائے باقی اس سے آگے کو میں بے ضرورت بھی سمجھتا ہوں، اور اس سے آگے بڑھنے کو دوسرے مذاہب کی تنقیص بھی سمجھتا ہوں۔ (القول الجلیل صفحہ ۷۰)

نواں باب

تقلید جامد کے بیان میں

ائمہ کی تقلید میں جمود سخت منع ہے

بعض اہل تعصب کو ائمہ کی تقلید میں ایسا جمود ہوتا ہے کہ وہ امام کے قول کے سامنے احادیث صحیحہ غیر معارضہ کو بے دھڑک رد کر دیتے ہیں میرا تو اس سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی شخص کا قول ہے ''قال قال بسیار است مرا قال ابو حنفیہ درکار است'' اس جملہ میں احادیث نبویہ کے ساتھ کیسی بے اعتنائی اور گستاخی ہے خدا تعالیٰ ایسے جمود سے بچائے۔ ان لوگوں کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں اب اس تقلید کو کوئی شرک فی النبوۃ کہہ دے تو اس کی کیا خطا ہے۔ مگر یہ بھی غلطی ہے کہ ایسے دو چار جاہلوں کی حالت دیکھ کر سارے مقلدین کو شرک فی النبوۃ سے مطعون و متہم کیا جائے۔

(اشرف المعولات صفحہ ۱۹، اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

ہمارے مجمع میں ہر تقلید جائز نہیں

ہمارے مجمع کو بھی تو بعض لوگ غیر مقلد کہتے ہیں اور غیر مقلد ہم کو مشرک کہتے ہیں بات یہ ہے کہ ہمارے مجمع میں مقلدین کی طرح ہر تقلید جائز نہیں چنانچہ اگر امام کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہو تو امام کے قول کو چھوڑ دیا

جاتا ہے۔(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۹۷)

فاتحہ خلف الامام حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کیا ہے

فرمایا جب میں کانپور میں حدیث پڑھاتا تھا تو میرے دل میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی ترجیح قائم ہوگئی چنانچہ اس پر عمل بھی شروع کر دیا مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھ کر بھیج دیا اس کے جواب میں حضرت نے مجھے کچھ نہیں فرمایا مگر چند ہی روز گزرے تھے کہ پھر خود بخود دل میں ترک فاتحہ خلف الامام کی ترجیح ہوگئی اور اس کے مطابق عمل کرنے لگا اس کی بھی اطلاع حضرت کو کر دی حضرت نے کچھ نہیں فرمایا حضرت کو یہ معلوم تھا کہ یہ جو کچھ کرتے ہیں نیک نیتی سے کرتے ہیں۔

(مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۷۰)

ہم امام صاحب کے بعض فتووں کو بھی رد کر دیتے ہیں

فرمایا کہ اعتقاد میں ایسا غلو بھی ٹھیک نہیں، ہم کوئی موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام تو ہیں نہیں جب ہم جیسے نالائق امام اعظم کے بعض فتووں کو غلط کہہ دیتے ہیں۔ تو ہمارے فتوے کیا ہیں۔ اپنے بزرگوں کی نسبت یہ عقیدہ کہ ان سے غلطی نہیں ہوتی بہت غلو ہے۔(حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

ناجائز اور حرام تقلید

اگر جانب مرجوح میں گنجائش عمل کی نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے۔ اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ اور جانب راجح میں حدیث صریح موجود ہے اس وقت بلاتردد حدیث پر عمل واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی۔ ایسی حالت میں بھی اسی حال پر جمار ہنا یہی تقلید ہے جس کی مذمت قرآن و حدیث و اقوال علماء میں آئی ہے۔(الاقتصاد صفحہ ۸۵)

اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہو جائے کہ حدیث صریح منصوص کے خلاف ہے تو اس کو بھی چھوڑ دیں گے اور یہ تقلید کے خلاف نہیں آخر بعض مواقع میں امام صاحب کے اقوال کو بھی تو چھوڑا گیا ہے۔ ہاں جس جگہ حدیث کے متعدد محمل ہوں وہاں جس محمل پر مجتہد نے عمل کیا ہم اسی پر عمل کریں گے۔ (الکلام الحسن صفحہ ۶۵)

کورانہ تقلید

بہر حال ایک تو کورانہ تقلید ہوتی ہے جس کے یہ نتائج ہیں اور ایک تقلید علماء کی ہے جس پر دین کا مدار ہے۔ ان لوگوں کو علماء کی تقلید سے تو عار آتی ہے اور دوسری قوموں کی کورانہ تقلید کرتے ہیں...... ساری خرابیاں اس کی ہیں کہ علماء کی تقلید کو تو چھوڑ رکھا ہے اور دوسری قوموں کی تقلید اختیار کر لی ہے۔ (التبلیغ احکام المال صفحہ ۵۲، ۵۳)

اگر امام کا قول کسی آیت یا صریح حدیث کے خلاف ہو

البتہ اگر قول ابی حنیفہ کو ہم کسی آیت یا حدیث کے خلاف دیکھیں گے تو اس وقت بے شک اس کو ترک کریں گے۔ (القول الجلیل صفحہ ۷۰)

اگر امام کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہو تو قول امام کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے "ما اَسکَرَ کثیرہ فقلیلہ حرام" میں ہوا ہے کہ امام صاحب نے قدر غیر مسکر کو جائز کہا ہے۔ اور حدیث میں اس کے خلاف کی تصریح موجود ہے۔ کسی مسئلہ میں یہ کہنا بڑی مشکل ہے کہ اس میں دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ کہیں احتجاج بعبارۃ النص ہوتا ہے اور کہیں باشارۃ النص ہوتا ہے اور یہ سب احتجاج بالحدیث ہے۔ البتہ "ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" کے خلاف واقعی کوئی دلیل سوائے قیاس کے نہیں رہے آثار صحابہ سو وہ حدیث کے مقابل نہیں ہو سکتے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۴۹۷)

عامی کی نگاہ میں اگر امام کا قول حدیث کے خلاف ہو

مفتی صاحب نے پوچھا کہ اگر عامی شخص کو کسی مسئلہ میں ثابت ہو جائے کہ مجتہد کا قول حدیث کے خلاف ہے تو اس وقت میں حدیث پر عمل کیوں جائز نہ ہوگا اور نہ حدیث پر قول مجتہد کی ترجیح لازم آتی ہے۔

فرمایا یہ صورت صرف فرضی ہے عامی کو یہ کہنے کا منصب ہی کہاں ہے کہ مجتہد کا قول حدیث کے معارض ہے اس کو حدیث کا علم مجتہد کے برابر کب ہے نیز وہ تعارض اور تطبیق کو مجتہد کے برابر کیسے جان سکتا ہے۔ اول تو یہ صورت فرضی ہے کہ قول مجتہد حدیث کے معارض ہو۔

پھر میں تنزل کر کے کہتا ہوں کہ اگر اس عامی شخص کا قلب گواہی دیتا ہو کہ اس مسئلہ میں مجتہد کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس صورت میں بھی ترک تقلید جائز نہیں۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ طبیب سے نسخہ لکھواتے ہیں تو اس نسخہ کو غلط کہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے عامی تو عامی کوئی دوسرا طبیب بھی اس نسخہ کو غلط نہیں کہہ سکتا، دوسرا نسخہ دوسرا طبیب تجویز کر دے لیکن اس نسخہ کو غلط کہنے کا مجاز نہیں اس وقت تک کہ اس نسخہ کو بالکل صریح غلط ثابت نہ کر سکے، دوسری تجویز کے بہت سے وجوہ ہو سکتے ہیں حتی کہ یہ بھی ایک وجہ ہوئی ہے کہ ایک دہلی کا تعلیم یافتہ ہے دوسرا لکھنؤ کا، لکھنؤ کا طرز مطب اور ہے اور دہلی کا اور ہے، اور اوزان ادویہ میں بھی فرق ہے تو ایک دہلی کے تعلیم یافتہ کو لکھنؤ کے نسخہ کو صرف اس وجہ سے غلط کہہ دینا کہ اس کے اوزان کا فرق ہے کیسے درست ہو سکتا ہے، علی ہذا مجتہدین کے اختلاف کے وجوہ بہت ہیں۔

(حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۵۴)

اگر امام کے قول کی کوئی دلیل نہ ہو

یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ مجتہد کے پاس اس کے قول کی دلیل نہیں اس واسطہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قلب ذرا بھی گواہی دے کہ مجتہد کے پاس اپنے قول کی دلیل ہوگی تو ترک تقلید جائز نہ ہوگا، اگرچہ امکان عقلی یہ بھی ہے کہ مجتہد کے پاس دلیل نہ ہو، یا اس نے غلطی کی ہو جیسے کہ درجہ امکان میں یہ بھی ہے کہ طبیب کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسی فرضی صورتوں سے مجتہد کا اتباع چھوڑ دیا جائے تو کارخانہ دین درہم برہم ہو جائے۔ جیسا کہ اس کی نظیر یعنی امر معالجہ میں یہ فرضی صورت جاری کرنے سے طبیب معصوم نہیں ہے غلطی کر سکتا ہے اور اس کا معالجہ چھوڑ دینے سے امر معالجہ درہم برہم ہوتا ہے۔

وہاں تو امر معالجہ کا نظام قائم رکھنے کے لئے یہ بات بھی عام طور سے مان لی گئی کہ طبیب زہر بھی کھلا دے تو چوں چراں بھی نہ کرنا چاہئے حالانکہ یہ عقل کے خلاف ہے۔ جب کہ ایک چیز کو زہر کہا تو زہر کے معنی قاتل نفس ہے پھر اس کے کھانے کے جواز کے کیا معنی۔ مگر اس جملہ کا کیا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ زہر جو طبیب کھلاتا ہے اس کو نہ اس واسطے کھا لینا چاہئے کہ وہ زہر ہے؟ بلکہ اس واسطے کہ گو وہ صورۃً زہر ہے مگر حقیقت میں زہر نہیں۔ طبیب پر اطمینان ہے کہ وہ قاتل نفس شئی نہ کھلائے گا۔

اسی طرح جب ایک شخص کو مجتہد مانا گیا تو لفظ تو برا ہے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تو اس کے زعم میں خلاف دلیل بھی بات بتلائے تو کر (مان) لی جائے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ طبیب زہر نہیں کھلائے گا ایسا ہی مجتہد خلاف دلیل بات نہ بتلائے گا۔ پھر یہ کہنا مشکل ہے کہ مجتہد کے پاس اپنے قول کی دلیل نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے میں نے یہ کہا کہ اگر قلب ذرا بھی گواہی دے کہ مجتہد کے پاس کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہوگی تو ترک تقلید جائز نہیں۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۵)

کسی وسیع النظر محقق عالم کو کسی مسئلہ میں خلاف دلیل ہونا محقق ہو جائے

البتہ متبحر عالم اگر کسی مسئلہ کو خلاف دلیل سمجھے تو اس کا سمجھنا معتبر ہوگا، ایسے حضرات کا فہم معتبر ہوسکتا ہے جیسے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۴۱۲)

اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردد (ترک تقلید کر کے) حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور (خاص) اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی کیونکہ اصل دین قرآن وحدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن وحدیث پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن وحدیث پر عمل ہوگا ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی تقلید ہے جس کی مذمت قرآن وحدیث و اقوال علماء میں آئی ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۵، الاقتصاد صفحہ ۸۳، ۸۵)

دسواں باب

فقہ حنفی کے بیان میں

فقہ حنفی احادیث کی روشنی میں

فرمایا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حدیثوں میں امام ابوحنیفہ کا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نصف النہار میں آفتاب۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۵۱)

امام صاحب کا کوئی قول حدیث کے خلاف نہیں

مولانا قاسم صاحب نے فرمایا کہ متاخرین کی تفریعات کو تو میں کہتا نہیں لیکن خاص امام صاحب کے جتنے اقوال ہیں ان میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث سے ثابت نہ ہو۔ میں تو دعویٰ کرتا ہوں خود امام صاحب کے جس مسئلہ کو چاہئے پوچھ لیجئے۔

فرمایا کہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ خاص امام صاحب کا ایک قول بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ (حسن العزیز جلد ا صفحہ ۶۰۶)

اس کتاب اعلاء السنن کی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ بظاہر جن مسائل کی دلیل لوگوں کے نزدیک امام صاحب کے پاس نہیں بھی معلوم ہوتی ان کی دلیل بھی امام صاحب کے پاس ہے۔ (القول الجدید صفحہ ۷۲)

امام صاحب کے نزدیک خبر واحد اور ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے

کیا غضب ہے جو شخص حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھے وہ کس قدر عامل بالحدیث ہے، فدا ہو جانا چاہئے ایسے شخص پر تعجب ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ خبر واحد پر بھی قیاس کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کو لوگ عامل بالحدیث کہتے ہیں اور امام صاحب حدیث ضعیف پر بھی قیاس کو مقدم نہیں رکھتے اور ان کو تارک حدیث کہا جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۶۵)

کسی امام پر ترک حدیث کا الزام صحیح نہیں

ابن تیمیہ کی ایک کتاب ہے "دفع الملام عن الائمة الاعلام" اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وجوہ دلالت کے اس قدر کثیر ہیں کہ کسی مجتہد پر یہ الزام صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس نے حدیث کا انکار کیا یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ مجتہد کے پاس اپنے قول کی دلیل نہیں اس واسطہ کہ کہیں احتجاج بعبارۃ النص ہوتا ہے اور کہیں باشارۃ النص اور یہ سب احتجاج بالحدیث ہے۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۹۷)

ہر مسئلہ میں صریح حدیث طلب کرنا غلطی ہے

اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تمام مسائل میں احادیث منصوصہ ہی پر عمل کرتا اور فتویٰ دیتا ہے تو وہ ہم کو اجازت دیں کہ معاملات وعقود وفسوخ وشفعہ ورہن وغیرہ کے چند سوالات ہم ان سے کریں اور ان کے جواب ہم کو احادیث منصوصہ صریحہ صحیحہ سے

دیں قیامت آجائے گی اور احادیث سے وہ کبھی جواب نہ دے سکیں گے۔ اب یا تو وہ کسی امام کے قول سے جواب دیں گے تو یہ تقلید ہوئی یا یہ کہیں گے کہ شریعت میں ان مسائل کا کوئی حکم نہیں یہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کے خلاف ہوگا اور یہیں سے قیاس واستنباط کا جواز بھی معلوم ہو گیا۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۹)

کیا احناف کی احادیث مرجوح اور ضعیف ہیں؟

رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہماری حدیث راجح ہے تمہاری مرجوح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طریق ترجیح کا مدار ذوق پر ہے، تمہارے ذوق میں ایک حدیث راجح ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذوق میں دوسری راجح ہے۔ پھر تمہارا اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہنا اور مقلدین کو عامل بالحدیث نہ کہنا محض ہٹ دھرمی ہے۔

(اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۹)

(یہ شبہ کہ) حنفیہ کے دلائل اکثر احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابل میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں پس راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے، بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

اور جو احادیث عند المحدثین ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوۃ اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ وضابط ہونا ہے اور وہ سب قواعد ظنی ہیں۔ چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں، اسی طرح کسی راوی کا ثقہ

وغیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضروری ہے کہ سب پر حجت ہوں، اگر فقہاء، ترجیح بین الاحادیث کے لئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہیں تو ان پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے موافق قابل استدلال ہو۔

علاوہ اس کے کبھی قرآن کے انضمام سے اس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا کہ فتح القدیر بحث عدد تکبیر جنازہ میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے پس ممکن ہے کہ مجتہدین کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آگیا پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں۔

ثانیاً مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے "اَلْمُجْتَهِدُ اِذَا اسْتَدَلَّ بِحَدِيْثٍ كَانَ تَصْحِيْحًا لَهٗ مِنْهُ" پس گو سند اس کو معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہوگئی پس اس کے استدلال میں مضر نہ ہوئی۔

رہا یہ شبہ کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول وعمل ہونا دلیل ظنی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے پر۔ (الاقتصاد صفحہ ۷۲، ۷۳)

حنفی مسلک کی کتابوں میں حدیث کے حوالے کیوں نہیں

فرمایا صاحب ہدایہ حدیث کے حافظ تھے اس لئے ان کو حدیث کے حوالے کی ضرورت نہ تھی اور اس وقت پتہ کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا تھا کہ حدیث میں آیا ہے مگر

اس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں رہا اس لئے حوالہ میں صفحہ سطر بھی کچھ لکھنا چاہئے تا کہ دوسرا دیکھ سکے۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۵۱)

صاحب ہدایہ کی علمی شان ہدایہ ہی سے معلوم ہوتی ہے واقعی اس کتاب میں انہوں نے کمال کر دیا ہر مسئلہ کی دو دلیلیں بیان کرتے ہیں ایک عقلی ایک نقلی کیا ٹھکانا ہے وسعت نظر کا کہ جزئیات تک کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں پھر حدیثیں گو بلا سند بیان کرتے ہیں مگر تفتیش کرنے سے کہیں نہ کہیں ضرور ملتی ہیں چاہے مسند بزار میں ہوں یا مسند عبدالرزاق میں، بیہقی میں ہوں یا مصنف ابن ابی شیبہ میں کہیں ضرور ملیں گی ایک دو اگر نہ ملیں تو ممکن ہے مگر جس شخص کی نظر اتنی وسیع ہو تو ایک دو حدیث جو ہم کو نہ ملی ہو اس سے دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی اصل ہی نہیں یہ تو وسعت نظر کا حال ہے (اسی لئے) جزئیات اس کے سب معتبر ہیں۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

اقرب الی الحدیث امام ابوحنیفہ ہی کا مسلک ہے

سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا کہ اقوال وافعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اقوال و افعال صحابہ کے سامنے سر جھکا دیا چاہے وہ اپنی رائے کے موافق ہو یا مخالف یہی تعمیل ہے حدیث مذکورہ "ما انا علیه و اصحابی" کی۔

اور اس پر سب سے زیادہ عمل ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کیونکہ ان کا قول ہے کہ حدیث موقوف بھی حجت ہے اور مقدم ہے قیاس پر۔

حدیث موقوف اس کو کہتے ہیں جس میں صحابی اپنی طرف سے ایک حکم بیان کر دے جو مدرک بالرائے ہو سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت نہ کرے اس کو کہا جائے گا کہ یہ صحابی کی رائے ہے۔

سو امام صاحب اس کے سامنے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بعض فقہاء و مجتہدین کہتے ہیں "هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ" یعنی جب قرآن وحدیث میں اس حکم

کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے تو یہ صحابی کا قیاس ہے تو جیسے وہ قیاس کر سکتے ہیں ایسے ہم بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ قول ہمارے قیاس کے مطابق ہو تو خیر ورنہ ہم کو اپنے قیاس پر عمل کرنا چاہیئے۔ ان کا قیاس ہمارے اوپر حجت نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول نہ ہو اور اس میں ضرورت ہو اجتہاد کی تو اس اجتہاد میں صحابی اور ہم برابر ہیں وہ بھی مجتہد ہیں اور ہم بھی اور ایک مجتہد پر دوسرے کی تقلید ضروری نہیں۔

مگر امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ صحابی کی تقلید بھی مجتہد پر واجب ہے یعنی اس کا اتباع بلا دلیل، بلفظ دیگر صحابی کا قول بھی دلیل ہے اور قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی دلیل نہ ہو اور قول صحابی دلیل ہے تو اس صورت میں امام اپنے قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور امام صاحب کے اس مسلک کا ماخذ "انا علیه و اصحابی" کے ظاہر الفاظ ہو سکتے ہیں۔

دیکھئے کس قدر احتیاط کی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور کس درجہ وحی (اور حدیث) کا اتباع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں آثار بہت ہیں کیونکہ ان کو قیاس سے پہلے آثار کی تلاش کرنا پڑی ہے۔

(وعظ الصالحون صفحہ ۲۷، ۲۸)

امام کا قول اگر حدیث کے خلاف ہو پھر بھی اس کو کیوں مانتے ہیں

رہا یہ اعتراض کہ تمہارے سامنے ایک حدیث پیش کی جائے اور تم اس کو نہیں مانتے محض اس وجہ سے کہ تمہارے امام کا قول اس کے خلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقلید حدیث مقصود بالذات نہیں بلکہ تقلید قول امام مقصود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے اس میں احادیث مختلف

ہوتی ہیں جس حدیث کو تم ہمارے سامنے پیش کرتے ہو تو ہمارا عمل اگر اس حدیث پر نہیں تو اس مسئلہ میں دوسری حدیث پر ہمارا عمل ہے اور تم اس حدیث کو نہیں مانتے جس کو ہم مانتے ہیں پھر ہمارے ہی اوپر کیا الزام ہے۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

عامل بالحدیث دراصل مقلدین ہی ہیں

میں دوسرے عنوان سے کہتا ہوں کہ عمل بالحدیث کے معنی آیا عمل بکل الاحادیث ہے یا عمل ببعض الاحادیث، اگر کہو کہ عمل بکل الاحادیث مراد ہے سو یہ تم بھی نہیں کرتے اور ممکن بھی نہیں کیونکہ آثار مختلفہ واحادیث متعارضہ میں سب احادیث پر عمل نہیں ہوسکتا یقیناً بعض پر عمل ہوگا اور بعض کا ترک ہوگا اور اگر عمل ببعض الاحادیث مراد ہے تو اس معنی کو ہم بھی عامل بالحدیث ہیں پھر تم اپنے ہی کو عامل بالحیث کدھر سے کہتے ہو۔ (ہمارے نزدیک) اتباع حدیث مقصود بالذات ہے اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے جو شخص بلاواسطہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتا ہے وہ حدیث کا اتباع اپنی فہم کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ (ہمارے نزدیک امام صاحب کا ذوق اسلم وارجح ہے) اور یقیناً سلف صالحین کی فہم عقل وورع وتقویٰ ودیانت وخشیت و احتیاط ہمارے اور آپ سے زیادہ تھی تو بتلایئے عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا آپ کا جو اپنی فہم کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں یا مقلد کا جو سلف کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتا ہے؟ اس کا فیصلہ اہل انصاف خود کریں گے۔

(اشرف الجواب صفحہ ۱۲۷، ۱۲۹)

فقہ حنفی کی خصوصیات

امام صاحب کے اقوال اقرب الی الانتظام ہیں، شاہانہ احکام ہیں، پہلے ہی سے ایسا بندوبست کرتے ہیں کہ آئندہ خرابی نہ واقع ہو۔ مثلاً کوئی عمل منقول ہے اور لوگ اس کو اپنے درجہ سے بڑھا کر کرنے لگیں اور اعتقاد میں بھی خرابی پیدا ہو جائے تو امام

صاحب اس عمل ہی کو متروک ہونے کے قابل کہتے ہیں۔ یعنی اس کو چھوڑ دینا چاہئے نہ یہ کہ صرف اس زیادتی ہی کی اصلاح کر دی جائے۔

جیسے سجدہ شکر کہ گو منقول تو ہے مگر لوگ اس کو اپنی حد سے آگے بڑھانے لگے تھے اس لئے بالکل ہی روک دیا، اور یہ اس عمل میں ہے جو ضروری نہ ہو۔ اور جو عمل ضروری ہو تو اس میں صرف زیادتی کو حذف کیا جائے گا۔ امام صاحب کا مسلک صوفیہ کے مسلک سے ملتا ہوا ہے، صوفیہ اعمال باطنی میں ایسی ہی احتیاط کرتے ہیں جیسے علماء احکام ظاہرہ میں۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۴۷)

ایک انگریز کا مقولہ

ایک انگریز نے لکھا ہے کہ "فقہ حنفی" کے سوا کسی مذہب پر سلطنت نہیں چل سکتی، کسی مذہب میں ایسی وسعت معاملات اور سیاسیات میں نہیں فقہ حنفی کو اس بارہ میں امتیاز ہے۔ انگریز چونکہ فن سیاست میں خوب ماہر ہیں اس لئے ان کو قدر ہوئی۔

میں تو سچ کہتا ہوں کہ حضرات فقہاء کے دماغ کے سامنے سلاطین اور وزراء کا دماغ کچھ بھی نہیں۔ (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سلطنت کسی کے فقہ پر نہیں چل سکتی سوائے فقہ حنفی کے ایک سیاسی شخص کا یہ کہنا ضرور بڑے تجربہ کی خبر دیتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی عجیب نظر ہے۔ دیکھئے امام صاحب کا قول ہے کہ آلات لہو کا توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی کو جائز نہیں، اگر کوئی توڑ ڈالے تو ضمان لازم آئے گا۔ یہ کام سلطان کا ہے، وہ احتساب کرے اور توڑے پھوڑے اور سزا دے جو چاہے کرلے۔ دیکھئے اس میں کتنا امن ہے۔ سوائے سلطان کے اور کسی کے احتساب کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ کام بند تو ہوتا نہیں جنگ وجدل وفتنہ ہو جاتا ہے۔ اور باہمی منازعات بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ علی ہذا اقامت حدود سلطان ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۶۲)

گیارہواں باب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان میں

کیا امام صاحب کو ۱۷ حدیثیں پہنچی تھیں

فرمایا غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو ۱۷ حدیثیں پہنچی ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچتیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر ہوتا۔ کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہو گیا۔

یہ ابن خلکان مورخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں دیکھو صدہا ملیں گی۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۴۷)

جس مورخ (ابن خلکان) نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے حضرت امام صاحب کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔

﴿وَيَدُلُّ عَلَيْهِ اَنَّهُ مِنْ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ اِعْتِمَادُ مَذْهَبِهٖ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَالتَّعْوِيْلُ عَلَيْهِ وَاِعْتِبَارُهٗ رَدًّا وَّقُبُوْلًا﴾

یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان ان کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے۔ کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر اور جب بقول صاحب شبہ

مجتہد ہونے کے لئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی سے اور اس مورخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا ...... یہ قول خود عقل ونقل کے مخالف ہے...... اس لئے کہ اگر کوئی شخص امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی موطا اور کتاب الحج وکتاب الآثار وسیر کبیر اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق اور دار قطنی وبیہقی وطحاوی کی تصانیف کا مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کی مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گنے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائے گا۔ (الاقتصا صفحہ ۷۵)

کیا امام صاحب تابعی ہیں؟

امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی ودار قطنی وابن الجوزی ونووی وذہبی وولی الدین عراقی وابن حجر مکی وسیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں۔ تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم اور اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہوں۔ (الاقتصا صفحہ ۷۶)

کیا امام ابوحنیفہ ضعیف (غیر ثقہ) ہیں

ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امامِ صاحب کی شان میں نقل کیا ہے:

﴿لَا بَأْسَ بِهِ لَمْ یَکُنْ مُتَّهَمًا﴾

تَرْجَمَۃ: ”امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں۔“

اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے:

﴿عَلی بْنُ الْمَدِیْنِی اَبُوْحنیفة رَوَی عَنْهُ الثَّوْرِیْ وابنُ المُبارکِ

وَحما دُبْنُ زيدٍ وَهِشَامٌ وَوَكِيْعٌ وَعبادُ بنُ العَوام وجَعفَرُ بْنُ عونٍ وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَ شُعبةُ حسن راى فيه الخ﴾

ترجمہ: ''علی ابن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور حماد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارے میں اچھی تھی۔''

(ہذا کلہ ملتقط من تقدمۃ عمدۃ الرعایۃ۔ للشیخ مولانا عبدالحیٔ الکنوی الاقتصاد صفحہ ۷۷)

کیا امام صاحب حدیث کی مخالفت فرماتے ہیں

تم جو امام صاحب کو مخالف حدیث کہتے ہو تو ممکن ہے کہ موافق حدیث یا اس کی نظیر کوئی دوسری حدیث امام صاحب کو پہنچی ہو اور امام صاحب نے اس سے استدلال کیا ہو تو تم کو امام صاحب پر حق اعتراض نہیں تو ہمارا یہ کہنا کہ امام صاحب کی یہ دلیل ہے اس کا دعویٰ نہیں کہ امام صاحب سے یہ استدلال منقول ہے تاکہ ہم سے وہ سوال ہو سکے کہ نقل دکھلاؤ، ہمارا یہ کہنا درجہ منع میں ہے، معترض مدعی ہے مخالفت کا تو اس کے جواب میں ہماری طرف سے منع کافی ہے۔ (القول الجلیل صفحہ ۶۹)

ایک صاحب نے پوچھا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن احادیث سے استدلال فرماتے ہیں اور ان میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ امام صاحب کو یہ حدیث دوسری سند سے پہنچی ہو یہ جواب کس درجہ کا ہے؟

فرمایا کہ اس جواب کی حقیقت منع ہے جو مستدل کے لئے تو کافی نہیں ہاں معترض کے مقابلہ میں کافی ہے۔ (دعوات عبدیت جلد ۱۹ صفحہ ۹۳)

کیا امام صاحب نے سوادِ اعظم سے اختلاف فرمایا

اگر یہ اشکال ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض مسائل میں سوادِ اعظم کا

اختلاف خیر القرون میں کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس وقت خیر القرون والے امام صاحب کی بات کو یقیناً (بالیقین) باطل نہ کہتے تھے بلکہ اس پر متفق تھے کہ شاید امام صاحب ہی حق پر ہوں تو احتمال حقانیت پر سواد اعظم متفق تھا۔ (الافاضات جلد اصفحہ ۴۸)

حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت نہیں

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط کرنا جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں، ایسا اجتہاد بھی جائز ہے اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۱۴)

(مثلاً) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو حضرت علی اس کے پاس تشریف لائے تو اس کو دیکھا ایک کنویں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے...... آپ نے اس کو نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے ان کے فعل کو مستحسن فرمایا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علی نے اس کو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہ دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۶)

مخالفت حدیث کی حقیقت، امام صاحب نے حدیث کے مغز ومعنی پر نظر رکھی ہے

لوگ امام صاحب پر خلاف حدیث کا اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ امام صاحب نے حدیث کے خلاف کوئی بات نہیں کہی مگر مغز اور معنی کو لے کر اور یہ لوگ صرف صورت سے (ظاہر الفاظ سے) شبہ کرتے ہیں تو یہ معارضہ حدیث کا معارضہ نہ ہوا بلکہ معارضہ معنی وصورت حدیث سے ہوا اور ایسا ممکن ہے جیسا کہ میں چند نظیروں سے دکھاتا ہوں۔

مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجود امر حضور کے اس غلام پر حد جاری نہ کی اس سے کوئی ظاہر میں کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی نے حدیث کی مخالفت کی جیسا کہ یہ لوگ ہر بات میں امام صاحب کو طعنہ دیتے ہیں کہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں لیکن معنی فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے گو ظاہر حدیث کی مخالفت کی لیکن حقیقت میں مخالفت نہیں کی اور ان کو یہی کرنا چاہئے تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اس کی تصویب فرمائی۔ حضرت علی کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ ازروئے کتاب و سنت غیر زانی پر حد نہیں ہوسکتی جب کہ وہ غلام مقطوع الذکر تھا تو اس سے زنا ممکن ہی نہ تھا پھر حد کیسی انصاف سے کہئے کہ تعمیل حدیث یہ ہے یا وہ ہوتی۔

اسی طرح امام صاحب کے اقوال ہیں کہ وہ مغز حدیث پر مبنی ہیں اور ان لوگوں کے اقوال صرف صورت حدیث پر، مغز کا نام بھی نہیں اور وہ بھی دو چار مسئلوں میں۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۵۰)

امام صاحب غایت درجہ حدیث کے متبع ہیں

ایک شخص نے بیان کیا کہ ہندو داروغہ کے سامنے غیر مقلدوں نے حضرت امام

ابوحنیفہ پر اعتراض کیا کہ امام صاحب قائل ہیں کہ اگر محرم عورت سے نکاح کر لے اور وطی کرے تو اس پر حد واجب نہیں یہ کیسی (بڑی) غلطی ہے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ اسی مسئلہ میں امام صاحب پر فدا ہو جانا چاہئے اس کے بیان کے لئے دو مقدموں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ حدیث میں ہے۔ "ادرأوا الحدود بالشبهات" ایک مقدمہ یہ ہوا اور دوسرا یہ کہ شبہ کس کو کہتے ہیں۔ شبہ کہتے ہیں مشابہ حقیقت کو اور مشابہ کے لئے کوئی وجہ شبہ ہوتی ہے اور اس کے مراتب مختلف ہوتے ہیں کبھی مشابہت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف امام صاحب نے حدود کے ساقط کرنے کے لئے ادنی درجہ کی مشابہت کو بھی معتبر مانا ہے۔ اور صرف نکاح کی صورت پیدا ہو جانے سے کہ باوجود حقیقت نکاح نہ ہونے کے مشابہ تو ہے نکاح کے (اس لئے) حد کو ساقط کر دیا۔

انصاف کرنا چاہئے یہ کس درجہ عمل بالحدیث ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک صحیح معنی کو برے اور مہیب الفاظ کی صورت پہنا دی گئی ہے۔

اس فتویٰ کی حقیقت تو غایت درجہ کا اتباع حدیث ہے لیکن اس کو بیان اس طرح کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ امام صاحب نے نکاح بالمحرمات کو چنداں برا نہیں سمجھا۔ اس کے سوا اور بھی چند مسائل اسی طرح بری صورت سے بیان کر کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ مذکورہ میں اعتراض جب تھا کہ اس پر امام صاحب کوئی زجر و احتساب تجویز نہ فرماتے ...... آخر حدیث "اُدْرأو الحدود بالشبهات" کی تعمیل کہیں تو ہوگی اور کوئی تو موقع ہوگا جہاں اس کو کر کے دکھایا جائے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۶۴)

نصوص متعارضہ کی ترجیح کا معیار

فرمایا نصوص متعارضہ میں ہر ایک کی ترجیح ذوق مجتہدین سے ہوئی ہے۔ باقی جو

قواعد کتب اصول میں مذکور ہیں ان کا تو کہیں اس وقت نام ونشان بھی نہ تھا علماء نے انسداد مفاسد کے لئے ان اصول کو مجتہدین ہی کی فروع سے نکالا ہے تاکہ ہر کسی کو اجتہاد میں آزادی نہ ہو تو گویا یہ اصول ان مسائل پر متفرع ہیں، ان پر (مسائل) متفرع نہیں۔ (الکلام الحسن صفحہ ۱۲۳)

احادیث مختلفہ کی ترجیح کا معیار

فرمایا اختلاف احادیث کی صورت میں مجتہدین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ایک حدیث کو ذوق سے اصل قرار دیتے ہیں، اور یہی ذوق اجتہاد ہے، اور بقیہ احادیث کو اس کی طرف راجع کرتے ہیں، یا ان کو عوارض پر محمول کرتے ہیں۔

اور جہاں کہیں کسی مستدل کی حدیث ضعیف ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مجتہد نے جس حدیث سے تمسک کیا ہو وہ اور ہو، یا اگر یہی ہو تو اس کو قوی سند پہنچی ہو۔ اور ہمارے لئے خود مجتہد کا تمسک اس حدیث سے اس کی قوت اور صحت کی دلیل ہے۔

اور اگر اس کے کسی راوی میں اختلاف ہو اور کسی مجتہد کا تمسک اس ضعیف راوی کی روایت پر ہو تو اس میں یہ کہا جائے گا کہ امام کی توثیق اس کے تمسک کے لئے کافی ہے، دوسرے کی تضعیف اس پر حجت نہیں۔

اور اگر کسی حدیث کے مدلول میں کوئی احتمال ہمارے خلاف ہو تو تمسک میں مضر نہیں کیونکہ یہ خود ہمارا عقیدہ ہے کہ مسائل اجتہادیہ ظنیہ ہیں، دوسرے کا مذہب بھی صواب کا احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں دوسرا احتمال کیا مضر ہوا۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ "مَذْهَبُنَا صَوَابٌ مَعَ اِحْتِمَالِ الْخَطَاءِ وَمَذْهَبُ الْغَيْرِ خَطَاءٌ مَعَ اِحْتِمَالِ الصَّوَابِ" (الکلام الحسن صفحہ ۷۳)

نصوص کی بعض قیود غیر مقصود ہوتی ہیں، اور اس کا معیار

بعض دفعہ نصوص کی بعض قیود مقصود نہیں ہوتیں۔ (مثلاً) کسی نے ملازم سے کہا کہ گلاس میں پانی لاؤ۔ یہاں سب کو معلوم ہے کہ گلاس کی قید مقصود نہیں صرف پانی منگانا مقصود ہے۔ اور یہ فہم صرف ذوق سے متعلق ہے۔ (الکلام الحسن صفحہ ۱۲۵)

احادیث کی تاویل اور اس کے محمل کی تعیین کا معیار

اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی صریح حدیث ہی امام صاحب کے فتوے کے موافق ملے۔ بلکہ جب کوئی آیت یا حدیث ذو محملین ہو تو ذوق مجتہد دوشقوں سے ایک کا مرجح ہوتا ہے۔

اسی طرح مخالف احادیث کی تاویل کے لئے بھی ذوق مجتہد کافی ہے۔ اب اسی طرز کو پیش نظر رکھ کر آپ اکابر کے اقوال کو دیکھ جائیے تو معلوم ہوگا کہ سلف کا طرز بالکل یہی تھا۔ اب طالب علموں کو غلو ہو گیا ہے وہ مجتہد کے ذوق کی صحت کے لئے صریح حدیث کو ڈھونڈتے ہیں سو اس کی ضرورت نہیں۔ (القول الجلیل صفحہ ۲۷)

امام صاحب کی شان فقاہت اور ذوق اجتہادی کی مثال

مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو نمازی کے سامنے سے گزرے وہ شیطان ہے اور ارشاد ہے "فلیقاتل" یعنی اگر ہٹانے سے نہ ہٹے تو اس سے قتال کرنا چاہئے۔ مگر امام صاحب فرماتے ہیں کہ قتال جائز نہیں۔

تو اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ممانعت قتال کون سی صریح حدیث سے ثابت ہے تو اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے ضرورت ہے ان دو اصل کے مستحضر کرنے کی جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

ایک ذوق کا مرجح ہونا، دوسرے حقیقت استدلال کا درجہ منع میں ہونا یعنی ناممکن ہے کہ امام صاحب نے اس حدیث میں اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا ہے کہ اس حدیث میں جو قتال کا امر ہے اس کی علت کیا ہے جس کی وجہ سے فلیقاتلہ فرمایا گیا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کی علت ہے حفاظت خشوع صلوۃ جو کہ ایک وصف ہے صلوۃ کا۔ اور مرور سے اس میں خلل ہوتا ہے۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ ذات صلوۃ وصف صلوۃ سے زیادہ حفاظت کے قابل ہے۔ تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام صاحب نے اس حدیث سے یوں سمجھا ہو کہ صفت صلوۃ جب اس قدر قابل حفاظت ہے تو امام صاحب نے یہ دیکھا کہ اگر فلیقاتلہ کو ظاہر پر رکھا جائے گا تو ذات صلوۃ برباد ہو جاتی ہے کیونکہ جب کوئی قتال کرے گا تو ہاتا پائی بھی ہوگی، کپڑے بھی پھٹیں گے تو پھر نماز کیا باقی رہے گی۔ اس لئے امام صاحب نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ یہاں پر فلیقاتلہ زجر پر محمول ہے۔ لہٰذا وہ اشکال رفع ہو گیا کہ فلیقاتلہ کے مجاز پر محمول ہونے کے لئے کون سی صریح حدیث دلیل ہے۔ سو ہر جگہ گو ہم ذوق مجتہد کی تفصیل پر مطلع نہ ہوں مگر اصل یہ ہے کہ جو میں نے بیان کی۔ (القول الجلیل صفحہ ۲۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل

امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ منی میں حجام سے مجھے تین مسئلے معلوم ہوئے جو مجھے پہلے معلوم نہ تھے یہ امام صاحب کے کس درجہ کی خوبی کی بات ہے کہ نائی سے بھی مسائل معلوم کرنے میں عار نہیں فرمایا کیونکہ مقصود احکام کا معلوم کرنا ہے چاہے حجام سے معلوم ہوں یا کسی اور سے۔ اس پر بعض معاند لوگوں نے اعتراض کیا ہے اور اس سے امام صاحب کے نقص علمی پر استدلال کیا ہے افسوس ہے کہ اس کمال کی یہ قدر کی گئی۔ اس سے کسی صورت سے بھی تو امام صاحب کے علم کی کمی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ جس نے نائی تک سے بھی علم لینے میں عار نہیں کیا اس کی طلب کا حال اس سے معلوم

ہو گیا کہ اس نے عالم کو کیوں چھوڑا ہوگا یقیناً ہر عالم سے علم لیا ہوگا اسی لئے امام صاحب کے شیوخ چار ہزار کے اوپر ہیں البتہ اس واقعہ سے نائی کا بھی عالم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب کے سامنے اس کا علم ایسا تھا کہ تمام فقہاء ومحدثین واکابر علماء نے امام صاحب کے مناقب میں کتابیں لکھی ہیں اور اس نائی کی منقبت میں کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اصل یہ ہے کہ المرأیقیس علی نفسہٖ چونکہ یہ معترضین اس نائی سے بھی کم علم ہیں اس لئے امام کی کم علمی پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ دلیل ہے امام صاحب کے کمال کی ایسے جہلاء کی تنقیص سے کیا ہوتا ہے امام صاحب کا حسن خداد ہے کسی کے عیب لگانے سے کیا ہوتا ہے۔ (التبلیغ جلد۳ صفحہ۸۳)

امام ابوحنیفہ کا تقویٰ، احتیاط، تواضع

حکومت وہ چیز ہے کہ حضرات سلف تو اس سے بھاگتے تھے۔ مار کھاتے تھے اور قبول نہ کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے آپ مقلد کہلاتے ہیں اسی میں شہید کئے گئے خلیفۂ وقت نے کئی دفعہ ان کو عہدہ قضاء پر مامور کیا مگر انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کو یہ حدیث یاد تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "**من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین**" یعنی جو شخص قاضی بنا دیا گیا وہ بدون چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ اس لئے امام صاحب عذر کرتے تھے۔ آخر اسی بات پر امام صاحب مقید کئے گئے اور قید خانہ ہی میں زہر دے کر شہید کئے گئے۔ یہ سب کچھ گوارہ تھا مگر حکومت منظور نہ تھی۔ (التبلیغ جلد۱۴ صفحہ۱۰۹ خیر الارشاد)

بارہواں باب

غیر مقلدین کے بیان میں

آج کل کے حق کے متلاشی

فرمایا آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حق کے متلاشی ہیں، اور یہ لوگ ائمہ کے ساتھ اختلاف مسائل میں بے ادبی کرتے ہیں اور اس اختلاف کی بناء احادیث کی مخالفت بتلاتے ہیں۔ اگر ان کے حالات کو دیکھئے تو صاف ظاہر ہو جائے کہ تحقیق کا تو پتہ بھی نہیں، نہ تحقیق کے لائق علم، اور نہ تحقیق کا ارادہ، صرف اس مخالفت کی بناء ہوائے نفسانی پر ہے، کس درجہ سب وشتم صالحین کے بارے میں کرتے ہیں۔ ائمہ کا اختلاف بلاشبہ "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ" میں داخل تھا اور ان لوگوں کا اختلاف "وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُرْسَلِیْنَ" کی جنس سے ہے۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۴۸)

غیر مقلدین کیا اہل حدیث ہیں؟

فرمایا اکثر غیر مقلدین لوگ اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں، لیکن حدیث سے ان کو مس بھی نہیں ہوتا صرف الفاظ پر رہتے ہیں اور حدیث میں جو بات سمجھنے کی ہے جس کی نسبت وارد ہے "مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ" وہ اور چیز ہے اور وہ صرف الفاظ کا سمجھنا ہوتا تو کفار بھی تو الفاظ سمجھتے تھے وہ بھی فقیہ ہوتے اور اہل خیر ہوتے۔ تفقہ فی الدین یہ ہے کہ الفاظ کے ساتھ دین کی حقیقت پوری معرفت ہو سو

ایسے لوگ حنفیہ میں بکثرت ہیں۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

غیر مقلدی کے لوازم اور اس کا انجام

فرمایا اکثر غیر مقلدین کے لوازم سے ہے سلف کے ساتھ بدگمانی اور پھر بدزبانی، ان کو یہی گمان رہتا ہے کہ سلف نے بھی حدیث کے خلاف کیا ہے۔ (الکلام الحسن صفحہ ۴۶)

فرمایا غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث۔ (الافاضات جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے۔ (الافاضات جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

غیر مقلد اور بدعتی

فرمایا غلاۃ مبتدعین کے مقابلہ میں غیر مقلد ایسے ہی ہیں جیسے رافضیوں کے مقابلہ میں خارجی ہیں۔ (الکلام الحسن صفحہ ۷۷)

غیر مقلد اور بدعتی کی پہچان

فرمایا میں نے کانپور میں غیر مقلد کی ایک نشانی بیان کی تھی وہ یہ کہ غیر مقلد مسائل میں ہمیشہ قرآن وحدیث سے تمسک کرے گا اور فقہ سے کبھی مسئلہ نہ لے گا، بخلاف ہمارے حضرات احناف کے گو لوگ ان کو غیر مقلد کہتے ہوں مگر وہ ہر مسئلہ میں فقہ سے تمسک کرتے ہیں۔ اور یہ تعریف بدعتیوں پر اس لئے صادق آگئی کہ ان بدعات کا کتب مذہب میں تو پتہ نہیں لامحالہ وہ آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں گو استدلال غلط ہی ہو۔ (الکلام الحسن صفحہ ۱۴۷)

بذریعہ خواب غیبی شہادت

فرمایا ان کے عمل بالحدیث کی حقیقت مجھ کو تو ایک خواب میں زمانہ طالب علمی

میں بتلادی گئی تھی گو خواب حجت شرعیہ نہیں ہے لیکن مؤمن کے لئے مبشرات میں سے ضرور ہے جب کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ بالخصوص جب کہ شریعت سے متاید ہو۔

میں نے دیکھا کہ مولانا نذیر احمد صاحب (غیر مقلد کے بڑے عالم) کے مکان پر ایک مجمع ہے اس کو چھاج تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا گیا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ حدیث میں دودھ کی تعبیر علم اور دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک کی حقیقت بتلائی گئی کہ ان کا مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اس میں روح اور حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاج میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔ (الافاضات جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

غیر مقلدین کے مسلک کا خلاصہ

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کا مذہب (دیانات میں) تمام رخصتوں کا مجموعہ ہے، وتر اور تراویح کی مختلف روایتوں میں سے ایک اور آٹھ والی لے لی۔ سو اگر کوئی شخص اسی طرح رخصتیں ڈھونڈا کرے تو اتباع کیا ہوا (یہ تو اتباع نفس ہوا)۔ (حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

غیر مقلدین بھی عجیب چیز ہیں

فرمایا غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی حامل نہیں مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر، بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے؟ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؟ صحابہ نے پڑھا ہے کسی کا تو معمول دکھائیں تو کیا ایسی حالت میں یہ اردو میں خطبہ بدعت نہ ہوگا۔ کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کریں۔ (الافاضات صفحہ ۶۳)

غیر مقلدین کا اصلی اور عمومی مرض

غیر مقلدوں میں یہ دو مرض زیادہ غالب ہیں ایک بدگمانی دوسرے بدزبانی، اسی وجہ سے وہ ائمہ کو حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل وقیاس کے معنی ہی مخالفت حدیث کے ہیں گو وہ مستند الی الدلیل ہوں۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۳۱۰)

غیر مقلدوں میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے، بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوتی ہے کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں۔ اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں، ادب اور تہذیب ان کو چھو کے بھی نہیں گئی۔ ہاں بعضے محتاط بھی ہیں "وقلیل ماھم" (الافاضات جلد۲ صفحہ ۲۹۵)

غیر مقلدین میں دو امر قابل اصلاح ہیں

فرمایا کہ جماعت اہل حدیث میں دو امر قابل اصلاح ہیں۔ ایک بدگمانی دوسرے بدزبانی ائمہ اور ان کے مقلدین کی شان میں۔ حالانکہ ائمہ نے قواعد واصول قرآن شریف وحدیث ہی سے استخراج کئے ہیں اور مسائل کو ان پر متفرع کیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ احادیث صرف صحیح بخاری ہی میں منحصر نہیں۔ اگر کسی (غیر مقلد) میں یہ دونوں عیب نہ ہوں اور اتباع ہویٰ سے پاک ہو اور عمل میں خلوص ہو، اور وہ مسئلہ خلاف ائمہ اربعہ کے نہ ہو، اور خود اجتہاد نہ کرے تو ایسا شخص عنداللہ ملزم تو نہ ہوگا لیکن تجربہ یہ ہے کہ ہمارا نفس آزادی اور سہولت کا جویاں ہوتا ہے، ہم کو اگر کسی ایک مذہب کا پابند نہ کر دیا جائے تو ہمارا دین محفوظ رہنا نہایت دشوار ہے۔

(دعوات عبدیت جلد۱۴ صفحہ ۱۱)

غیر مقلدین کا حال

کہیں یہ نہیں دیکھا کہ دس پانچ آدمی ایسے ہوں جن کو صالح اور دیندار کہا جا

سکے، کوئی شاذ و نادر اکیلا دیندار ہوتو ہو۔اور ہمارے یہاں بحمداللہ اتنے دیندار موجود ہیں کہ مجمع کے مجمع ہو سکتے ہیں، ہر مجمع میں ممکن ہے کہ دس پانچ آدمی ایسے دکھائے جاسکیں جن کا صالح ہونا مسلم ہو۔خود ایک غیر مقلد کہتے تھے کہ ہم میں متقی کم ہیں اور حنفیہ میں خشیت اتقاء، زہد وغیرہ والے کثرت سے ہیں۔ (حسن العزیز صفحہ ۲۸۶)

مولانا فتح محمد صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک غیر مقلد حدیث پڑھارہے تھے اور جہاں حدیث کی تاویل نہ بن آتی تو کہتے تھے تعجب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کچھ فرمادیتے ہیں کہیں کچھ فرمادیتے ہیں۔ یہ کیا فرمادیا یہ نتائج ہیں آزادی کے۔اس سے عار آتی ہے کہ ہم کسی کے محکوم کہے جائیں۔ (حسن العزیز صفحہ ۳۶۰)

مفسد گروہ

یہ گروہ نہایت درجہ مفسد ہے یہ لوگ جان جان کر فساد کرتے ہیں، اور اشتعال دلاتے ہیں، بعض وقت تو ذرا سی بات میں بڑا فتنہ ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۱۱۲)

اکثر غیر مقلدین جو اہل باطن سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ فسادی نہیں ہوا کرتے۔ (دعوات عبدیت جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۶)

غیر مقلدین کی آمین بالجہر

ایک جگہ مقلدین کی جماعت میں ایک غیر مقلد کھڑا ہو گیا اور آمین زور سے کہی تو اس سے بڑا فساد ہوا پولیس تک نوبت پہنچی اور مقدمہ کو بڑا طول ہوا۔

حضرت نے فرمایا جنگ وجدل کرنا تو زیادتی ہے لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ عمل کچھ ہو مگر جس نیت سے کیا جائے اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔اگر اس نے خلوص سے اور عمل بالسنۃ کی نیت سے کیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔

غیر مقلدین کی آمین اکثر صرف شورش اور مقلدین کے چڑانے کے لئے ہوتی ہے۔میرے بھائی نے قنوج میں غیر مقلدین کی آمین سن کر کہا کہ آمین دعا ہے اس

میں خشوع کی شان ہونی چاہئے۔اوران لوگوں کے لہجہ میں خشوع کی شان نہیں۔ سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑ رہے ہیں۔ مقدمہ مذکور جب پولیس تک پہنچا تو ایک ہندو تھانیدار بہت سمجھدار تھا اس نے فساد کا الزام غیر مقلدین پر ہی رکھا اور رپورٹ میں لکھا کہ یہ لوگ شورش پسند ہیں اور بلاوجہ اشتعال دلاتے ہیں اور آمین صرف فساد پیدا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ اس پر غیر مقلدین نے بڑا غل مچایا اور کہا آمین مکہ میں بھی ہوتی ہے۔ داروغہ نے کہا مکہ میں آمین خدا کی یاد کے لئے ہوتی ہوگی دنگہ (فساد) کے لئے نہ ہوگی یہاں دنگہ کے لئے ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۱۱۲)

مولانا شیخ محمد کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک آدمی نے جمعہ میں مولانا کے پیچھے آمین کہی تمام جماعت میں کھلبلی پڑگئی کسی نے کہا نکال دو کسی نے کہا مارو۔ مولانا نے سب لوگوں کو ساکت کیا کوئی ایسی بات نہیں جو اس قدر غل مچاتے ہو۔ پھر ان صاحب کو بلا کر پوچھا جنھوں نے آمین بالجہر کہی تھی کہ جن لوگوں نے آمین زور سے نہیں کہی ان کی نماز تمہارے نزدیک ہوئی یا نہیں؟ جواب دیا نماز ہوگئی فرمایا پھر کیوں اتنے مجمع کو پریشان کیا۔ تمہارے نزدیک جب آمین بالجہر نہ کہنے سے بھی نماز صحیح ہے تو مجمع کو پریشان کرنا کیا ضروری تھا۔

فرمایا ہم لوگوں کا بھی یہی مسلک ہے ہم آمین بالجہر کے ایسے خلاف نہیں ہیں کہ اس کے واسطہ فوجداریاں کی جائیں۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۹۲)

آمین بالجہر وبالسر وبالشر

ایسے ہی موقع پر (ایک مقدمہ میں ایک انگریز نے تحقیقات کی اور اخیر میں کہا آمین تین قسم کی ہیں ایک آمین بالجہر اسلام کے ایک فرقہ کا یہ مذہب ہے اور حدیثیں بھی اس کے ثبوت میں موجود ہیں اور ایک آمین بالسر ہے اور وہ بھی ایک فرقہ کا مذہب ہے اور حدیثوں میں بھی موجود ہے۔ تیسری آمین بالشر جو یہ آج کل کے لوگ

کہتے ہیں۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ۱۱۲)

غیر مقلدین کے نزدیک کیا حنفی کافر ہیں؟

اور اگر انہیں کے اصول کو مانا جائے (یعنی احادیث کو ظاہر پر رکھ کر ماول نہ کیا جائے) تو "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ" اور "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْكِتَابِ" ان حدیثوں کی ان کے نزدیک کوئی تاویل نہ ہوگی اور سارے حنفی تارک صلوۃ ہوئے (کیونکہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے ہیں) اور تارک صلوۃ کافر ہے تو سب حنفی کافر ہوئے۔ "نعوذ باللہ من هذا الجهل" (انفاس عیسیٰ صفحہ ۳۱۰)

غیر مقلدین میں اہل تقویٰ وصلحاء کیوں نہیں ہوتے

یہ کیسی گہری بات ہے اس میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیوں متقی نہیں ہوتے جب کہ ہر بات میں عمل بالحدیث کا دعویٰ ہے۔ وجہ یہی ہے کہ کسی ایک کے پابند نہیں ذرا کوئی بات پیش آئی سوچ کر کسی ایک روایت پر عمل کر لیا۔ اور روایتوں میں انتخاب کرنے کے لئے اپنی رائے کو کافی سمجھا۔ پس اس کو صورۃً تو چاہے کوئی اتباع حدیث کہہ لے مگر جب اس کا منتہا رائے پر ہے تو واقع میں اتباع رائے ہی ہوا۔

(حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۵۱)

چھچھوندر کی سی مثال

اتباع ہوی سے بچنا جب ہی ہوتا ہے جب ایک سے بندھ جائے ورنہ نرے دعویٰ ہی دعویٰ ہیں مقلدین میں بہت سے لوگوں کی حالت اچھی نکلے گی بخلاف غیر مقلدین کے کوئی شاذ ونادر ہی متقی نکل آئے تو نکل آئے ورنہ بہت سے حیلے جو اور نفس پرور ہیں۔ ابوحنیفہ سے بندھتا ہے نفس۔ ورنہ چھچھوندر کی طرح یہ ہانڈی جا سونگھی وہ ہانڈی جا سونگھی۔ یوں کوئی محتاط بھی نکل آئے لیکن حکم اکثر پر ہوتا ہے۔ اچھے

اچھوں کے حالات ٹٹول کر دیکھ لئے ہیں اتقاء ایک میں بھی نہیں الا ماشاء اللہ اس کا اقرار خودان کے گروہ کو بھی ہے۔ آج کل خیریت ہے تو سلف کے اتباع ہی میں ہے۔ اور رائے کو دخل دینے میں مفاسد ہی مفاسد ہیں۔ تجربہ ہے کہ اتباع سے نکل کر آدمی بڑا دور پہنچتا ہے حتی کہ بعض اوقات اسلام سے نکل جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۴۸)

غیر مقلدین کا اعتراف

میں نے قنوج میں ایک مرتبہ وعظ کہا اور کچھ رسوم مروجہ کے متعلق گفتگو کی، منصف غیر مقلدوں نے کہا آج معلوم ہوا کہ متبع سنت ہم بھی نہیں صرف دو چار سنت پر عمل کر رکھا ہے۔ اسی طرح ایک غیر مقلد نے کہا کہ ہم لوگوں میں احتیاط بالکل نہیں ہے۔ ہمارا عمل بالحدیث صرف آمین بالجہر اور رفع یدین میں ہے۔ اس کے سوا کسی عمل کی طرف ذہن ہی نہیں جاتا۔ چنانچہ میں عطر میں تیل ملا کر بیچتا ہوں اور کبھی وسوسہ بھی نہیں گزرا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ حالت ہے ان لوگوں کی کہ جو حدیث کہتے پھرتے ہیں خود ایک غیر مقلد کہتے تھے کہ ہم میں متقی کم ہیں اور حنفیہ میں خشیت اتقاء زہد وغیرہ والے کثرت سے ہیں اس کا اقرار خود ان کے گروہ کو بھی ہے۔ (حسن العزیز جلد۴ صفحہ ۳۹۴)

ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ہمارے علماء سوائے آمین بالجہر اور رفع یدین کے کچھ نہیں جانتے اسی واسطے ہم معاملات کے مسائل آپ سے پوچھا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شخص بہت سخت ہیں۔ (حسن العزیز صفحہ ۳۹۱)

مولانا محمد حسن صاحب بٹالوی غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج۔ میں نے خود ان کے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''پچیس سال کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے'' حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۶۸)

غیر مقلدین بھی حنفی ہیں

فرمایا کانپور میں ایک دفعہ میرا وعظ ہوا وہاں غیر مقلدین رہتے ہیں۔ میں نے وعظ میں کہا کہ مسائل دو طرح کے ہیں منصوصہ اور غیر منصوصہ۔ سو غیر منصوصہ میں ظاہر ہے کہ رائے کا ہی اتباع کرو گے اور اپنی رائے سے زیادہ بڑے کی رائے زیادہ قابل اتباع ہے۔ اور یہاں سوائے امام ابوحنیفہ کے دوسرے مذاہب کے فتاویٰ مل نہیں سکتے تو لامحالہ ان مسائل میں امام صاحب کا اتباع کرو گے، اور ایسا کرتے بھی ہو تم زیادہ مسائل میں عملاً حنفی ہوئے۔ اور اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے تو اس اعتبار سے تم عملاً حنفی ہو گے تو پھر اپنے کو حنفی کیوں نہیں کہتے کہ جھگڑا فساد بھی نہ ہو۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۱۲۲)

غیر مقلدین بھی تو حنفی ہیں کیوں کہ کوئی گیہوں کا ڈھیر ایسا نہیں ہوتا جس میں جو نہ ہو مگر باعتبار غالب کے وہ ڈھیر گیہوں کا کہلاتا ہے۔ اسی طرح تارکین تقلید کے اعمال میں بھی غالب حقیقت ہی ہے۔ کیونکہ دو قسم کے اعمال ہیں دیانات معاملات اور معاملات میں حنفیہ ہی کے فتوے سے اکثر کام لیتے ہو۔ اور دیانات میں بھی غیر منصوص زیادہ ہیں۔ جس میں حنفیت کا لباس لیا جاتا ہے اختلاف کی مقدار بہت کم ہوتی ہے بس اس کے پیچھے کیوں علیحدہ ہوئے ہو۔ چنانچہ ایک منصف غیر مقلد نے کہا کہ غیر مقلد تو عالم ہوسکتا ہے ہم جاہل کیا تقلید چھوڑیں گے۔ (حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)

نمبر دو کے حنفی

شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ اس صورت میں تو حنفی کہنے میں لوگوں کو دھوکہ ہوگا شاید یہ بھی متعارف حنفی ہیں یعنی فی جمیع المسائل۔ تو ہم میں اور دوسرے حنفیوں میں فرق ہی نہ رہا۔ سو فرق میں بتلائے دیتا ہوں وہ یہ کہ حنفی کی دو قسم ہو جائے گی ایک نمبر اول یعنی فی جمیع المسائل وہ تو ہم ہوئے دوسر نمبر دو یعنی فی اکثر المسائل وہ تم ہوئے۔ بس تو اپنے کو حنفی نمبر دوم کہہ دیا کرو دھوکہ نہ ہوگا۔ (کلمۃ الحق صفحہ ۱۲۲)

ائمہ مجتہدین کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں

کسی مجتہد کی شان میں گستاخی و بدزبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو، یا بسند ضعیف پہنچی ہو۔ یا اس کو کسی قرینہ شرعیہ سے ماول سمجھا ہو اس لئے وہ معذور ہیں۔ اور حدیث نہ پہنچنے سے ان کے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے۔ کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہ کو جن کا کمال علمی مسلم ہے نہ پہنچی تھیں مگر ان کے کمال علمی میں اس کو موجب نقص نہیں کہا گیا۔ چنانچہ حدیث میں ...... حضرت ابوموسیٰ کے حضرت عمر کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھ کو سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا۔ (بخاری شریف)

دیکھو حضرت عمر کو حدیث استیذ ان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر کم علمی کا طعن نہیں کیا۔ یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ ان پر طعن کرنا مذموم ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۷)

ائمہ پر سب وشتم کرنے کا نتیجہ

جو لوگ اہل حق کو سب وشتم کرتے ہیں ان کے چہروں پر نور علم نہیں پایا جاتا بلکہ خالص کفار اتنے ممسوخ نہیں پائے جاتے جتنے یہ لوگ ہیں اس کی وجہ میں نے بطور لطیفہ کے کہا تھا کہ کفر فعل باطن ہے اس کا اثر چھپا ہوا رہتا ہے اور سب وشتم فعل ظاہر ہے اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۳۹۸)

ایک بے ادب نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تاریخ لفظ ''سگ'' سے نکالی ہے۔ فرمایا کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جو لفظ کسی عامی مسلمان کو بھی کہنا جائز نہیں ایسے بڑے امام مقبول عند المحققین والائمہ کی نسبت کہے۔ (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)

بے ادب کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے

فرمایا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کا جی چاہے قبر کھود کر دیکھ لے مولوی...... کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہوگا اس پر مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا میں نے یہ بات حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خود سنی ہے۔ حضرت کے یہ لفظ تھے جو کوئی ائمہ پر طعن کرتا ہے اس کا منہ قبر میں قبلہ سے پھر جاتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ منہ قبلہ سے پھر گیا۔ یہ اس وقت فرمایا تھا جس وقت کہ مولوی صاحب کے انتقال کی خبر آئی تھی۔

(حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)

مقلدین کو برا کہنا جائز نہیں

اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے۔ اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے (ایسے شخص کو) برا کہنا جائز نہیں۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۸)

غیر مقلد کو بھی برا کہنا جائز نہیں

اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہو کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے۔ جس کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطاء اور دوسرا مذہب ظناً خطا محتمل صواب ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۸)

غیر مقلدین کے اہل حق ہونے یا نہ ہونے کا معیار

اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے، اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے۔ اس میں بھی تنگی نہیں کرتا ہوں۔ ہاں دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے۔ (انفاس عیسیٰ جلد۲ صفحہ ۵۳۶)

غیر مقلدین کے اہل سنت والجماعت میں شامل ہونے کی تحقیق

غیر مقلدین کے اہل سنت میں داخل ہونے کے متعلق سوال تھا جواب تحریر فرمایا کہ بعض کے عقائد ایسے ہیں کہ وہ خارج از اہلسنّت ہیں مثلاً بعض غیر مقلد قائل ہیں کہ چار نکاح سے زائد جائز ہیں۔ یا اگر کوئی فرض نماز قصداً ترک کرے تو اس کے لئے استغفار کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی بعض صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔

ہاں نفس وجوب تقلید شخصی کے انکار سے اہل سنت سے خارج نہیں ہوتے کیونکہ ہمیشہ سے مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ چنانچہ بعض محدثین بھی اس کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ (دعوات عبدیت جلد۱۹ صفحہ ۱۴۶)

اہل سنت والجماعت کی تعریف اور عام ضابطہ

اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ پر ہوں۔ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج اور اہل ہویٰ و بدعت میں داخل ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۸۸)

فقط جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ